باب دوم

جنگِ اُحُد

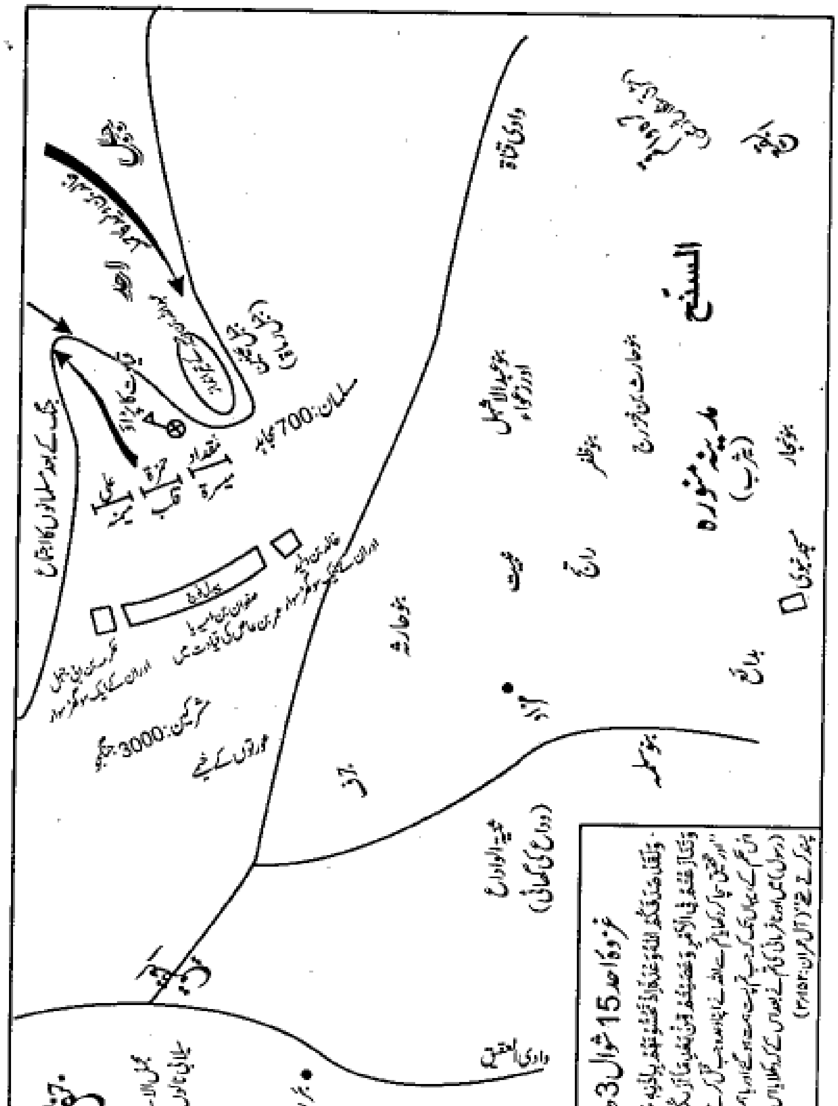
غزوہ احد 15 شوال 3ھ
مسلمان: 700 مجاہد
مشرکین: 3000 جنگجو
عورتوں کے خیمے
مدینہ منورہ
(یثرب)
السنح
وادی قناۃ

مقامِ احد

علامہ یاقوت حمویؒ اپنی کتاب ''معجم البلدان'' (ج ۱، ص ۱۰۹) میں فرماتے ہیں کہ ''اُحُد'' ہمزہ اور حاء کے پیش کے ساتھ اس پہاڑ کا نام ہے جس کے قریب جنگ احد ہوئی تھی، یہ پہاڑ چوٹیوں والا نہیں بلکہ سرخ رنگ کا ایک پہاڑ ہے جو مدینہ منورہ سے جانب شمال میں ایک میل (تین کلومیٹر) کے فاصلے پر واقع ہے، جہاں عظیم الشان معرکہ پیش آیا تھا، جس میں حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ شہید ہوئے، اور دیگر ستر مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا اور جس میں حضور ﷺ کے دانت شہید ہوئے، اور آپ ﷺ کا چہرۂ انور زخمی ہوا، اور لب مبارک کو زخم آئے اور یہ واقعہ ہجرتِ نبوی کے بعد ۳ھ کو پیش آیا۔

راقم الحروف اپنے محترم قارئین سے یہ عرض کرتا ہے کہ جن حضرات نے عمرہ یا حج کیا ہے اور مدینہ منورہ کی زیارت کی ہے ان حضرات کے ذہن میں احد کا نقشہ موجود ہوگا، لیکن جن حضرات نے اس مقام کو نہیں دیکھا ہے تو میں انھیں اپنے مشاہدہ اور اپنے چشم دید معلومات سے اس طرح آگاہ کردوں کہ مسجدِ نبوی ﷺ سے شمال کی جانب ایک سڑک نکل کر احد تک پہنچتی ہے، اس سڑک کا نام شارع حمزہؓ ہے بندہ نے مسجدِ نبوی سے میدانِ احد تک مولانا صادق کشمیری صاحب کے ساتھ اس راستے کا پیدل سفر کیا ہے۔ راستے میں کئی جگہ سگنل اور چند جگہ پر چونگی نما مقامات آتے ہیں، ہم نے بعض ایسی جگہیں بھی دیکھیں جو ویران قلعے اور بڑے بڑے پتھروں کے بنے ہوئے مکانات کی نشاندہی کررہی تھیں، ہم بعض ویران کھنڈرات پر جاکر کھڑے ہوگئے اور ماضی کی یاد بھی تازہ کی، لیکن ان مقامات کی تاریخی پسِ منظر کا ہمیں کچھ بھی پتا نہیں چلا۔ تقریباً پینتالیس ۴۵ منٹ میں ہم میدانِ احد کے اس مقام پر پہنچ گئے جہاں حضرت حمزہ اور حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت عبداللہ بن جحش ﷺ کی قبریں نظر آرہی تھیں، جن کے اردگرد نصف قدِ آدم چار دیواری اور اس کے اوپر لوہے کے گرل لگے ہوئے تھے۔ اس مقام پر ایک کشادہ میدان ہے۔ جس میں ایک بڑی مسجد بنی ہوئی ہے، اور جگہ جگہ بڑے بڑے محلات ہیں، اور کشادہ سڑکیں ہیں اس مقام پر کچھ لوگ عام

زائرین کے لئے مختلف اشیاء بیچنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں، جن میں سرمہ، مسواک، عطریات، جڑی بوٹیاں، کھجور اور دیگر اشیاء پائی جاتی ہیں۔ اس کھلے میدان میں جب آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کو سامنے رکھ کر کھڑے ہو جائیں گے تو آپ کی پشت کی طرف ذرا ہٹ کر ایک پہاڑی ہے، جس میں پتھر کم ہیں اور مٹی زیادہ ہے، گویا مٹی کی بنی ہوئی ایک چوٹی نما پہاڑی ہے، جس کو چاروں طرف سے پانی وغیرہ اس کو کاٹ کاٹ کر کھا رہا ہے، اور جس کے نیچے پورا میدانِ احد صاف نظر آ رہا ہے، اسی کو جبلِ رُماۃ یعنی تیراندازوں کی پہاڑی کہتے ہیں۔ دوسری جانب بالکل آپ کے سامنے کافی فاصلے پر ایک بہت بڑا پہاڑ نظر آئے گا۔ اس پہاڑ کی لمبائی کا اندازہ لگانا تو مشکل ہے البتہ اس کی بلندی بھی بہت زیادہ ہے، اس پہاڑ پر جب آپ چڑھنے لگیں گے تو بعض مقامات اس طرح ہیں گویا کہ آپ درخت پر چڑھ رہے ہیں، اس پہاڑ میں سخت ترین نوکیلے پتھر اور سخت ترین چٹانیں ہیں، اس کے پتھر سرخ ہیں گویا کہ کلیجے کے ٹکڑے ہیں، اس وقت اس پہاڑ پر کوئی عام درخت نہیں ہے۔ البتہ ایک قسم کیکر کے درخت خال خال موجود ہیں۔

ہم احد کے اس پہاڑ کے ایک حصہ تک اوپر چڑھ گئے تھے جہاں ایک بہت بڑی چٹان کے نیچے ایک غار تھا لوگ اس غار میں بیٹھے تھے اور خیال کرتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ معرکۂ احد کے بعد یہاں آرام فرمایا تھا، اور یہیں سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو ان کے سوالوں کا جواب دیا تھا۔ اس جگہ (اور جہاں ابوسفیان کھڑا تھا) کے درمیان ایک گہرا نالہ گرتا ہے جو عموماً خشک رہتا ہے اور بارشوں میں بہہ پڑتا ہے تاہم یہ آمنے سامنے جگہیں ہیں، ممکن ہے کہ ابو سفیان اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مکالمہ کسی اور مقام پر ہوا ہو، لیکن اگر یہیں پر ہوا ہو تو پھر ایک عجیب منظر ہوگا۔

آج کل حکومت نے اس غار کے سامنے دیوار کھڑی کر دی ہے تاکہ لوگ اس جگہ اندر جا کر غلط رسومات اور بدعات و شرکیات کا دروازہ نہ کھولیں، تاہم کسی نے دیوار کے بیچ سے چند پتھر اکھیڑ دیئے ہیں جہاں سے جانا ممکن ہو گیا ہے۔ یہ میرا ناقص مشاہداتی مطالعہ ہے، حقیقتِ حال کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ (مؤلف)

جبلِ احد کی فضیلت

اس پہاڑ کے پاس چونکہ حق و باطل کا ایک عظیم معرکہ ہوا ہے، اور حضور اکرم ﷺ کے ستر جانثار صحابہؓ نے جان کا نذرانہ پیش کیا ہے اور شہداءِ احد کی مراقد و مدافن اور ان کی زندہ و تابندہ اجسامِ مبارکہ دامنِ احد کے آغوش میں آرام فرما ہیں، اور پھر یہ پہاڑ مدینہ منورہ کے حرم محترم میں واقع ہے، اس لئے خصوصیت کے ساتھ احادیث میں اس پہاڑ کی فضیلت کا ذکر آیا ہے، چنانچہ دو حدیثیں صحیح بخاری میں اس طرح مذکور ہیں۔

① حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ احد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

② حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور اکرم ﷺ نے احد پہاڑ کو دیکھا اور فرمایا کہ یہ ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ (مشکوٰۃ: ۲۴۰)

علامہ یاقوت حمویؒ نے بھی اپنی کتاب "معجم البلدان" (ج:۱،ص:۱۰۹) پر لفظِ احد کے تحت اس طرح دو حدیثیں نقل کی ہیں:

① حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پہاڑوں میں سب سے اچھے پہاڑ احد، اسعر اور ورقان ہیں۔

② رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ احد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں، اور یہ پہاڑ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے۔ (مشکوٰۃ: ۲۴۰)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب کوئی آدمی احد پہاڑ پر جائے تو وہاں کے پھل وغیرہ کچھ نہ کچھ کھائے اگر کچھ بھی نہ ملا تو وہاں کے درخت کے چھلکے یا پتے کھا کر چبائے۔ یہ سب باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ احد پہاڑ کی ایک قدر و منزلت ہے۔

شہداءِ احد کی فضیلت

شہید چونکہ اللہ کے نام کی سربلندی اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے میدانِ جہاد میں جان کا نذرانہ پیش

کرتا ہے، اور جو شخص جان کی بازی لگا دیتا ہے، تو شعبۂ طاعات میں وہ تمام طاعات کو سمیٹ لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تمام خوشنودیوں کو حاصل کر لیتا ہے، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ان پر انعامات و اکرامات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اب یہی عناصرِ اربعہ سے مرکب انسان عزتوں، عظمتوں اور رفعتوں کے بلند و بالا مقامات پر پہنچ جاتا ہے، روح نکلنے اور موت چکھنے کے باوجود اس کو مردہ کہنے کی ممانعت ہوتی ہے، بلکہ اس کو شہید کے عظیم لقب سے یاد کیا جاتا ہے، اس کے زخم کے خون کو مشک و عنبر کا درجہ دیا جاتا ہے، حقوق العباد کے سوا اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے، مردہ لاش کو پاکیزہ قرار دیا جاتا ہے، اور کسی قسم کے پانی سے اس کے جسمِ اطہر کو دھونے یا غسل دینے کی ضرورت کو موقوف کیا جاتا ہے، بلکہ تلوار کی دھار کو اس کی طہارتوں کیلئے کافی قرار دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت پر جان دینے والے اس شہید کے کپڑوں کو ہاتھ نہیں لگایا جاسکتا کہ مبادا ازار بند کھولنے سے اس کی بے اکرامی نہ ہو جائے، امت کے بعض فقہاء نے یہ فیصلہ سنا دیا کہ اس کے جنازے کی نماز کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم کون ہوتے ہیں کہ ایک پاکیزہ معصوم ہستی کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں۔ بعض دوسرے فقہاء نے فرمایا کہ ہم جنازے کی نماز اس لئے ادا کریں گے تاکہ شہید کیلئے مزید رفع درجات کی دعا مانگیں، اور خود اس کے جنازے میں شریک ہو کر فضیلت حاصل کریں۔ عظمتوں والے اس شہید کے بدن سے روح نکلتے ہی جنت کی حوریں اس کے پاس دفنانے سے پہلے پہنچ جاتی ہیں، اور میدانِ کارزار کے گرد و غبار کو اس کے جسم سے جھاڑتی رہتی ہیں، اور کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو مٹی میں ملا دے جس نے تیرے رخساروں کو گرد آلود کر دیا ہے۔ عزتوں کے اس شہید کو اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ اعزاز مل جاتا ہے کہ وہ ستر ایسے افراد کے شفاعت و سفارش کر کے جنت میں لے جاسکتا ہے جن کیلئے دوزخ واجب ہو چکی ہو، اور خود اس وقت جنت میں داخل ہو کر بلا روک ٹوک ہر مقام سے لطف اٹھاتا ہے جبکہ جنت جانے نہ جانے کا انسانوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نامہ ہی جاری نہ ہوا ہو، عالی مقام پانے والے یہ شہداء ہیلی کاپٹر کی مانند سواریوں میں سوار ہو کر وقت سے پہلے ساری جنتوں کی سیر و تفریح اور دیگر نعمتوں سے لطف اندوز ہو کر پھر رات کے وقت اپنے خالقِ حقیقی کے جوار میں عرشِ عظیم کے سائے میں رات گذارتے ہیں،

اگر اب بھی ان کے دلوں میں کوئی حسرت باقی ہے تو وہ صرف یہ کہ ان کو دوبارہ میدانِ جہاد میں شہادت کیلئے بھیجا جائے۔ چنانچہ میدانِ احد کے شہداء کے متعلق احادیثِ مقدسہ میں اس طرح ارشاداتِ عالیہ موجود ہیں:

① حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب احد کے شہداء کا تذکرہ کرتے تو آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ بات بہت پسند تھی، اگر مجھے انہیں شہداء کے ساتھ احد کے دامن میں (شہید ہوکر) چھوڑ دیا جاتا۔ (رواہ احمد)

② حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب جنگِ احد کا دن آیا تو رات کو مجھے میرے والد صاحب نے بلا کر کہا کہ میرا خیال ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ میں کل سب سے پہلے شہید ہونے والا میں ہوں گا اور حضور اکرم ﷺ کی ذات کے علاوہ اس دنیا میں میرے نزدیک تم تو سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہو، لہٰذا میری یہ وصیت ہے کہ مجھ پر کچھ قرض ہے، اس کو ادا کرو اور اپنی بہنوں کی خیر خواہی کرو۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ صبح کو میدانِ جنگ میں سب سے پہلا شہید میرا والد ہی تھا۔ پھر میں نے ان کو باقی شہداء کے ساتھ وہیں پر دفنا دیا، لیکن مجھے وہاں پر دفنانا پسند نہیں تھا میں نے چھ ماہ کے بعد ان کی قبر کو کھولا تو میں نے دیکھا کہ وہ اسی ہیئت پر تر وتازہ تھے کہ کہ جس طرح جس دن، ہم نے ان کو دفنایا تھا، صرف ایک کان میں فرق تھا۔ (بخاری)

③ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اے جابرؓ! تم کیوں غمگین ہو؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میرے والد شہید ہو گئے ہیں، اور اس نے بہت قرض اور عیال پیچھے چھوڑے ہیں۔ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں تجھے یہ خبر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک شہید کے ساتھ پردہ کے پیچھے سے کلام کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے والد کے ساتھ آمنے سامنے بات کی اور اسے کہا کہ میرے بندے جو کچھ مانگنا ہے، مجھ سے مانگ میں تجھے عطا کروں گا، تو اس نے کہا اے اللہ میں تجھ سے دوبارہ دنیا کی طرف لوٹنا مانگتا ہوں تا کہ جہاد کر کے پھر شہید ہو جاؤں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو میں نے پہلے سے وعدہ کیا ہے کہ مرنے کے بعد دنیا میں نہیں جائیں گے۔ (بیہقی)

④ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جابر سے کہا کہ اے جابرؓ میں تجھے ایک بشارت نہ سناؤں، تو حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ضرور سنایئے، اللہ تعالیٰ آپکو خیر کی بشارتوں سے نوازے، تو حضور ﷺ نے فرمایا جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے والد کو زندہ کیا اور پھر فرمایا کہ میرے بندے جو کچھ مانگنا ہے مانگ میں تجھے دوں گا تو اس نے کہا کہ اے میرے رب میں نے تیری صحیح عبادت کی اب میری یہی تمنا ہے کہ مجھے دوبارہ دنیا کی طرف لوٹا دیں تاکہ تیرے نبی کے ساتھ مل کر جہاد کروں، اور ایک بار پھر شہید ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو پہلے سے طے شدہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ دنیا کی طرف جانا نہیں ہے۔ (بیہقی)

⑤ حضرت جابر ﷺ فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہؓ نے ارادہ کیا کہ احد کے راستے سے پانی کی نہریں کھدوائیں تو آپؓ نے عام اعلان کیا کہ احد میں جن لوگوں کے شہداء مدفون ہیں وہ کھدائی کے وقت حاضر ہو جائیں، چنانچہ ہم نے جب زمین کھود لی تو میں نے اپنے والد کو اپنی قبر میں ایسا پایا گویا وہ سو رہے ہیں، ہم نے اس کے پڑوس میں عمرو بن جموح ﷺ کو دیکھا کہ اس کا ہاتھ اس کے زخم پر پڑا ہوا ہے، جب ان کا ہاتھ ان کے زخم سے ہٹا دیا گیا تو زخم سے تازہ تازہ خون بہنے لگا، یہ شہداء ایسے تھے گویا کہ کل ان کو دفنایا ہو اور ان کی قبروں سے ایسی خوشبو اٹھ رہی تھی جیسا کہ مشک وعنبر ہو، جب پھاوڑا حضرت حمزہ ﷺ کے قدم کو لگا تو تازہ تازہ خون بہنے لگا، اور یہ واقعہ ان کے دفنانے کے چھیالیس سال کے بعد پیش آیا۔ (البدایہ والنہایہ، ج:۴، ص:۴۴)

⑥ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا احد کے دن حضرت مصعب بن عمیر ﷺ پر گذر ہوا، تو آپ ﷺ نے ان کی لاش کے پاس کھڑے ہو کر دعا کی اور پھر یہ آیت پڑھی: "من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه. الأية" ترجمہ: ایمان والے کتنے مرد ہیں کہ (انہوں نے) سچ کر دکھلایا جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا، پھر کوئی تو ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی ان میں انتظار میں ہے، اور ایک ذرہ تغیر نہیں کیا۔ (احزاب، آیت نمبر:۲۳)

پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ہاں شہداء میں شامل ہونگے، لہٰذا تم لوگ ان کی زیارت کیلئے آیا کرو، خدا کی قسم قیامت تک جو لوگ بھی

ان کو سلام کریں گے، تو یہ شہداء ان کے سلام کا جواب دیں گے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ان شہداء کی قبروں پر آتے تھے، جب آپ ﷺ وادی کے دامن میں پہنچتے تو آپ ﷺ اس طرح سلام کرتے: "السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" پھر حضور ﷺ کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ اسی طرح آیا کرتے تھے۔ پھر عمر فاروقؓ اسی طرح سلام کیلئے آتے تھے۔

(البدایہ والنہایہ ج:۴،ص:۴۴)

⑦ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے بھائی احد کے دن شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں (ہیلی کاپٹر جیسی سواری) کے سینوں میں داخل کر دیا، یہ پرندے جنت کی نہروں پر آتے ہیں اور جنت کے پھلوں سے کھا کر پھر عرش کے نیچے معلق پنجروں میں جا کر ٹھہرتے ہیں، جب ان شہداء کو پاکیزہ کھانا پینا ملا اور آرام کی جگہ مل گئی تو انہوں نے کہا کہ کون ہے جو ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور خوب کھا پی رہے ہیں تا کہ ہمارے بھائی جنگ سے پیچھے نہ ہٹیں، اور نہ جہاد میں کوئی سستی کریں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری طرف سے یہ پیغام میں ان کو پہنچا دوں گا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن عظیم میں یہ آیت اتاردی: "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتاً بل احیاءٌ عند ربهم یرزقون" (آل عمران، آیت:۱۶۹)

ترجمہ: اور تُو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں مارے گئے ہیں، مردہ نہ سمجھ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ، ج:۴،ص:۴۶)

مدینہ پر چڑھائی کے لئے لشکرِ کفار کی تیاری

جنگ کا پہلا مرحلہ

حق و باطل کی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں بڑی جنگوں کا سبب بنتی ہیں، عہد صحابہ میں بھی حق و باطل کے معرکے اسی طرح برپا ہوتے تھے کیونکہ ایک طرف کفار نورِ حق کو مٹانے کے درپے ہوتے تھے تو دوسری طرف مسلمان بالکل اس کے لئے تیار ہوتے تھے کہ یا اس پاکیزہ نظام حق کو غلبہ حاصل ہو یا دنیا کی زندگی رخصت ہو۔

چنانچہ جنگِ بدر میں جب کفار کو ذلت آمیز شکست ہوئی اور ان کے بڑے بڑے ستر سردار مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اور باقی ماندہ شکست خوردہ جماعت مکہ واپس پہنچ گئی تو سب کے دل جذبۂ انتقام سے بھڑک اٹھے، کسی نے چارپائی پر نہ سونے کی قسم اٹھائی تو کسی نے گھریلو نظام مباشرت و جماع نہ کرنے کی قسم کھائی، کسی نے سر میں تیل ڈالنے، خوشبو استعمال کرنے اور غسل کرنے سے انکار کیا، اُدھر ابوسفیان نے عام اعلان کیا کہ بدر کے مقتولین پر رونا ممنوع ہے کیونکہ رونے سے ایک طرف ہمارا دشمن خوش ہوگا تو دوسری طرف جذبۂ انتقام سرد پڑ جانے کا خطرہ بھی ہے، چنانچہ وہ عرب جو سال بھر تک ایک اونٹنی کے گم ہوجانے پر نوحہ کیا کرتے تھے آج جذبۂ انتقام کے تحت اپنے سرداروں اور دل کے ٹکڑوں پر آنسوؤں کا ایک قطرہ گرانے کو تیار نظر نہیں آرہے تھے۔ وہ قافلہ جو ابو سفیان شام سے تجارت کے بھرپور منافع کما کر واپس لایا تھا، اور جس میں قریشِ مکہ کے ہر گھر کا پسینہ لگا ہوا تھا، جو جنگِ بدر کے معرکے کا سبب بنا تھا، اور جس میں ایک ہزار اونٹ اور پچیس ہزار نقد دینار تھے ابھی تک مکہ کے دارالندوہ میں اپنی قسمت کے فیصلے کے انتظار میں تھا، مکہ کے زخم خوردہ لوگ جب اکٹھے ہوگئے تو انہوں نے قافلہ میں مجموعہ اموال کے بارے میں ایک دوسرے کی رائے معلوم کی چنانچہ قریش کی آپس کی گفتگو اس طرح ہوئی:

قریشی سردار: اے ابوسفیان! آپ کو معلوم ہے کہ اس قافلہ میں قریش کے ہر گھرانے کا مال لگا ہوا ہے اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ اس وقت ہر شخص خوشی سے اس مال کی قربانی دینے کیلئے تیار ہے، کیونکہ ہمارے باپ، بیٹے اور رشتہ دار اسی قافلہ کیوجہ سے قتل ہوئے ہیں، اس لئے آپ اس قافلہ کے سارے اموال محمد (ﷺ) کے خلاف فوجی ساز و سامان پر خرچ کریں۔

ابوسفیان: کیا قریش کے سارے لوگ اس فیصلے پر راضی ہوجائیں گے؟

قریشی سردار: جی ہاں سب لوگ اس کیلئے تیار ہیں۔

ابوسفیان: اگر ایسا ہے تو میں سب سے پہلے اس کیلئے تیار ہوں، کیونکہ میرا بیٹا حنظلہ بھی تو قتل ہوا ہے، میں خود نہیں بلکہ میرے ساتھ بنی عبد مناف بھی تیار ہیں، کیونکہ ہم سب زخم خوردہ ہیں۔

قریشی سردار: اے ابوسفیان آپ قافلے کے تمام اجناس کو فروخت کر کے سونا چاندی بنا کر لشکرِ

جرار تیار کریں تا کہ محمد (ﷺ) سے اپنا بدلہ لے سکیں۔

الغرض قریش نے بدر کے انتقام کیلئے ایک دوسری جنگ کی خوب خوب تیاریاں کیں، سب نے مشورہ کیا اور چند نامور اشخاص کو قبائلِ عرب کے اکٹھا کرنے کیلئے مختلف علاقوں کی طرف روانہ کر دیا، جس میں عمرو بن العاص، ہبیرہ بن وہب، اور ابن زبعری وغیرہ شامل تھے۔

چنانچہ یہ لوگ عرب کے مختلف قبائل کو اکٹھا کرنے لگے، حتیٰ کہ غطفان اور احابیش اور بنو ثقیف کے نہایت بہادر اور جنگجو اشخاص پر مشتمل تین ہزار کا لشکرِ جرار تیار ہو گیا۔ ابوعزہ شاعر جو جنگِ بدر میں گرفتار ہوا تھا، اور جس پر حضور اکرم ﷺ نے احسان کر کے بغیر فدیہ کے اس شرط پر رہا کیا تھا کہ آئندہ کسی جنگ میں ہمارے خلاف جسم یا زبان استعمال نہیں کرے گا اس کو بھی قریش نے ترغیب و ترہیب دے کر قبائلِ عرب کو جمع کرنے پر مامور کیا۔

چنانچہ ابوعزہ شاعر ہر قبیلے کے پاس جا کر اس طرح شعر پڑھتا تھا:۔

يَا بَنِي عَبْدِ مَنَاةِ الرُّزَّامِ
أَنْتُمْ حُمَاةٌ وَأَبُوكُمْ حَامِ

ترجمہ: جنگوں میں ثابت قدم رہنے والے اے قبیلہ عبدِ مناۃ تم بھی لوگوں کے محافظ ہو اور تمہارا دادا بھی محافظ تھا،

اس طرح قریش نے تین ہزار کا لشکرِ جرار تیار کیا، جس میں سات سو زرہ بند خاص کمانڈو کے بہادر تھے۔ لشکرِ کفار تین ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا، اور اس میں دو سو جنگی گھوڑے تھے، ان سب کی کمانڈ اس وقت ابوسفیان بن حرب کر رہا تھا اور گویا سب کی زبان پر یہ شعر تھا:۔

لَمْ يَتْرُكِ الثَّأْرُ لَنَا مَبِيتاً
أَبَداً أَنْ نَمُوتَ أَوْ نُمِيتَا

ترجمہ: یعنی انتقام نے ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں چھوڑا اب تو ضرور ہم ماریں گے یا مر جائیں گے۔

لشکرِ قریش میں عورتوں کا نکلنا

جنگ کا دوسرا مرحلہ

صفوان بن امیہ نے کہا کہ اے قریش اپنی عورتوں کو ساتھ لے چلو، کیونکہ یہ عورتیں بہتر طور پر بدر کے مقتولین کا تذکرہ کر کے تمہارے جذبات کو برانگیختہ کر سکتی ہیں۔ اس طرح ہم موت کو آسانی سے گلے لگا سکیں گے، کیونکہ اب تو ہمیں اپنا بدلہ لینا ہے یا مرنا ہے، لو میں سب سے پہلے اپنی بیوی کو لے جانے کے لئے تیار ہوں۔

اس بات پر عکرمہ بن ابو جہل نے کہا کہ میں بھی اس کے لئے تیار ہوں، پھر عمرو بن العاص وغیرہ سب لوگ اس تجویز پر عمل کرنے لگے، تاہم ایک قریشی سردار نے عورتوں کی بے حرمتی اور قید و گرفتاری کے اندیشے کا اظہار کیا، مگر اس کی بات کسی نے نہ سنی، بلکہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے اس سردار کو طعنہ دیا اور عورتوں کے نکلنے پر زور دیا تا کہ مرد جی توڑ کر لڑیں اور عورتوں کے سامنے، عورتوں کی حفاظت کی خاطر موت کی لڑائیاں لڑیں، عورتیں رجز کے اشعار پڑھیں اور لڑنے والوں کی ہمت بڑھائیں، بھاگنے والوں کو غیرت دلائیں تا کہ مرد دل کھول کر اور سینہ ٹھونک کر لڑیں اور جرأت کے ساتھ آگے بڑھیں اور بھاگنے کا نام نہ لیں۔

چنانچہ ابوسفیان کی اجازت کے بعد پندرہ عورتیں طبلچے، ڈھول اور باجے گاجے لے کر لشکرِ کفار میں شامل ہو گئیں، چند خواتین کے نام یہ ہیں:

① ابوسفیان کی بیوی ہندہ ② عکرمہ کی بیوی ام حکیم ③ عمرو بن العاص کی بیوی ریطہ
④ مصعب بن عمیر کی کافرہ ماں خناس بنت مالک ⑤ فاطمہ بنت ولید ⑥ سیلافہ ⑦ صفوان بن امیہ کی بیوی برزہ ⑧ عمرہ بنت علقمہ۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ عمرہ اور خناس کے علاوہ یہ سب عوتیں بعد میں مسلمان ہوئیں۔ اب اس عظیم الشان لشکر کو لے کر ابوسفیان نہایت کرّ وفرّ سے مکہ مکرمہ سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اطلاعی خط

مکہ مکرمہ سے جب لشکرِ کفار نکلنے لگا تو حضرت عباسؓ نے حضور اکرم ﷺ کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون اس طرح تھا:

یا رسول اللہ! قریش آپ کی طرف متوجہ ہو کر مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں، یہ تین ہزار کا لشکر ہے، ان کے پاس تین ہزار اونٹ ہیں، اور دو سو جنگی گھوڑے ہیں، سات سو خاص زرہ پوش افراد ہیں اور باقی لشکر اسلحہ میں غرق ہے، تو عرض یہ ہے کہ جب یہ لوگ آپ تک پہنچ جائیں تو جو کچھ کاروائی آپ کر سکتے ہیں وہ آپ کریں۔ فقط والسلام

حضرت عباسؓ نے یہ خط ایک تیز رفتار آدمی کو دیا اور کہا کہ تین دن کے اندر اندر یہ خط حضور اکرم ﷺ تک پہنچاؤ، چنانچہ بنو غفار کے اس آدمی نے نہایت سرعت کے ساتھ جا کر حضور اکرم ﷺ کو مسجد قبا میں خط پہنچا دیا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے وہ خط آپ ﷺ کو پڑھ کر سنایا تو حضور اکرم ﷺ نے راز فاش کرنے سے اس کو منع کر دیا اور پھر خود آپ ﷺ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور پوشیدہ طور پر سب صورتحال سے اس کو آگاہ کیا، اس نے کہا یا رسول اللہ امید ہے کہ اس میں خیر و بھلائی ہوگی، حضور اکرم ﷺ نے قریش کے آنے کی اس خبر کو نہایت خفیہ رکھا، لیکن بات ادھر ادھر سے پھیل گئی اور منافقین وغیرہ نے قیاس آرائیاں شروع کر دیں کہ محمد (ﷺ) کے پاس کوئی نہ کوئی پریشان کن خبر آ گئی ہے۔

مقامِ ابواء میں لشکرِ کفار کا قبیح مشورہ

جنگ کا تیسرا مرحلہ

لشکرِ کفار اپنی سرکشی اور مستی کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ابو سفیان کو اچانک مقام "رابغ" میں معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے قریشی لشکر کا حال رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیا ہے، اب ابو سفیان نے ساتھیوں سے کہا کہ اگر مسلمانوں کو ہمارے آنے کی اطلاع پہنچی ہو تو وہ لوگ قلعہ بند ہو جائیں گے اور اس طرح ہم ان کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

اس کے ساتھیوں نے کہا کہ اگر قلعہ بند ہو گئے تو ان کے باغات کو کاٹ کر جلا دیں گے اور اگر میدان

میں نکل آئے تو ہماری تعداد ان سے زیادہ ہے اور ہمارا اسلحہ بھی ان سے کئی گنا زیادہ ہے، کسی پریشانی کی ضرورت نہیں۔

چنانچہ یہ لشکر عورتوں کے ڈھول اور باجے گاجے کے ساتھ بڑھتا بڑھتا مقامِ ابواء میں جا اترا جو مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں لشکرِ کفار نے ڈر کے مارے ایک عجیب قبیح مشورہ کیا، اور وہ یوں کہ انہوں نے کہا کہ دیکھو ہم نے اپنے ساتھ اپنی عورتوں کو لاکر میدان میں ڈالدیا ہے۔ اور عورتوں کا جنگوں میں گرفتار ہونے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے، مبادا کل لڑائی میں یہ عورتیں مسلمانوں کی قید میں آجائیں تو ہمارے لئے بہت بڑا عار ہوگا اس لئے یہاں مقامِ ابواء میں محمد (ﷺ) کی والدہ کی قبر ہے، اس کو کھول کر لاش اپنے قبضے میں کرلو پھر اگر ہماری عورتیں میدانِ جنگ میں گرفتار ہوئیں تو ہم محمد (ﷺ) سے کہیں گے کہ اگر اپنی ماں کی ہڈیاں چاہتے ہو تو ہماری عورتیں ہمیں واپس کردو، اگر وہ والدہ کا فرمانبردار ہوا جیسا کہ وہ کہتا ہے تو لامحالہ تمہاری عورتوں کو واپس کردے گا، اور اگر عورتیں گرفتار نہیں ہوئیں تو پھر بھی ہم محمد (ﷺ) سے ان ہڈیوں کے بدلے بڑا مال وصول کرسکتے ہیں۔

ابوسفیان نے اس کے متعلق اپنی شوریٰ سے مشورہ کیا لیکن انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ اس طرح کرنے سے بنوخزاعہ اور بنوبکر ہمارے مردوں کی لاشیں قبروں سے نکال کر باہر پھینک دیں گے اس کے بعد کفار کا یہ لشکر مقامِ ذوالحلیفہ جا کر اترا۔ یہ دس شوال کی صبح جمعرات کا دن تھا کفارِ قریش مکہ مکرمہ سے پانچ شوال کو نکلے تھے اور دس شوال کو مدینہ منورہ کے بالکل قریب آکر پڑاؤ ڈال دیا۔

لشکرِ کفار مقامِ عِرض میں

جنگ کا چوتھا مرحلہ

عِرض مدینہ منورہ کے ان اطراف اور کناروں کا نام ہے، جہاں شہر سے باہر باغات اور کھیتی باڑی اور چراگاہ وغیرہ ضروریات کا انتظام ہوتا تھا، اس مقام پر اہلِ مدینہ انصار کی زمین، اونٹ اور چراگاہ و باغات وغیرہ تھے، کفار کے لشکر نے آکر یہاں پڑاؤ ڈالدیا، اور اپنے اونٹوں کو ان کھیتوں پر آزادانہ چھوڑ دیا۔

چنانچہ چراہ گاہ کی گھاس اور کھیتیاں مشرکین کے اونٹوں نے ختم کر کے رکھ دیں اور جو بچا تھا وہ کفار

نے کاٹ کر اپنے مویشیوں کو کھلا کر زمین کو چٹیل میدان بنا کر چھوڑا، مسلمان اس صورتحال سے پریشان بھی ہوگئے اور غصہ اور طیش میں بھی آگئے۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے دو جاسوس انسؓ اور مونسؓ کو لشکر کفار کے حالات معلوم کرنے کے لئے مقام عرض بھیجا، چنانچہ انہوں نے لشکر کفار میں شامل ہو کر کچھ وقت کے بعد آکر حضور اکرم ﷺ کو صورتحال سے آگاہ کیا پھر حضور اکرم ﷺ نے خباب بن منذرؓ کو بھیجا کہ وہ یہ دیکھے کہ کفار کے ارادے کیا ہیں اور رخ کس طرف ہے اور تعداد کتنی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو یہ تاکید کی کہ عام مسلمانوں سے احوال کفار کو پوشیدہ رکھو ہاں اگر کفار کی تعداد کم ہو پھر مسلمانوں کو اطلاع کرو، ورنہ پوشیدہ طور پر مجھ کو اطلاع کرو، انھوں نے آکر خفیہ طور پر حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دے دی آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے سامنے ایک لفظ نہ کہنا، بس ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے، اتنے میں کچھ دیر مسلمان اپنے کھیتیوں میں چلے گئے، اور کفار نے ان کا پیچھا کیا انہوں نے بھی تیر چلائے تاہم واپس آکر انہوں نے بنی عبدالاشہل کو پورا قصہ سنا دیا۔ اس کے بعد لشکر کفار احد کے دامن میں جا کر ٹڈی دل کی طرح تمام اطراف میں پھیل گیا، اور جنگی مقامات پر سارے انتظامات مکمل کر لئے عورتیں مردوں کو جوش دلا رہی تھیں، اور مرد جذبۂ انتقام میں جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں نکل آئے تھے اور گویا ہر ایک کی زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

لَمْ يَتْرُكِ الثَّأْرُ لَنَا مَبِيتاً　　لاَ بُدَّ أن نَمُوتَ أوْ نُمِيتَا

ترجمہ: انتقام نے ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں چھوڑا، اب تو لامحالہ ماریں گے یا مر جائیں گے۔

احد کے پاس مقام "عینین" پر لشکر کفار اپنا قبضہ جما کر جنگ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔

لشکر اسلام کا مدینہ منورہ سے روانہ ہونا

جنگ کا پہلا مرحلہ

جب حضور اکرم ﷺ کے دو جاسوسوں انسؓ اور مونسؓ اور پھر تیسرے جاسوس حضرت خبابؓ نے آکر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر بالکل مدینہ شہر کے قریب آپہنچا ہے تو آپ ﷺ نے جمعہ کی رات کو مدینہ کے اطراف میں پہرہ بٹھا دیا اور مسجد نبوی کا پہرہ بھی حضرت سعد بن معاذؓ اور اسید بن

حضیرؓ نے انجام دیا۔ جمعہ کی صبح کو حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا اور اپنی رائے کو ایک خواب کی روشنی میں اس طرح بیان کیا: ''میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور ایک گائے ہے کہ ذبح کی جارہی ہے اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار ذوالفقار کا ایک حصہ ٹوٹ گیا ہے۔ ''

صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مضبوط زرہ تو مدینہ منورہ ہے تو اسی میں رہ کر مقابلہ کرنا چاہیئے، اور میری تلوار کا ایک حصہ ٹوٹ جانا یہ میرے اہلِ بیت کے ایک آدمی کا شہید ہونا ہے، اور گائے کا ذبح ہونا یہ میرے ساتھیوں کے شہید ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے مشورہ مانگا یہ پہلا موقع تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول کو بھی مشورہ میں شامل کردیا تو اس نے اپنی رائے کا اظہار اس طرح کیا: یارسول اللہ مدینہ میں رہ کر لڑنا زیادہ بہتر ہے اسلام سے پہلے بھی ہم جب کبھی کسی دشمن سے مدینہ میں رہ کر لڑے ہیں تو کامیاب ہوئے ہیں اور باہر نکلنے میں نقصان اٹھایا ہے، آپ ان کفار کو مدینہ سے باہر پڑے رہنے دیں، اگر وہ نہیں لڑے تو ذلیل وخوار ہو کر واپس چلے جائیں گے اور اگر لڑنے لگے تو ہم آگے تلوار چلائیں گے اور ہمارے پیچھے ہماری عورتیں اور بچے گھروں کی چھتوں سے کفار پر پتھراؤ کریں گے۔ حضور اکرم ﷺ اور عام اکابر صحابہ کی بھی یہی رائے تھی۔

لیکن وہ نوجوان جو جنگِ بدر میں شریک نہیں ہوسکے تھے اور جن کو شہادت کا شوق تھا وہ اصرار کرنے لگے کہ مدینہ سے باہر جا کر دو دو ہاتھ مقابلہ کرنا چاہیئے تاکہ لشکرِ کفار ہم کو کمزور خیال نہ کرے، اور آئندہ ہم پر اس طرح جرأت نہ کرسکے، ان نوجوانوں کے ساتھ بعض اکابر صحابہؓ اور جنگجو اور جنگ آزمودہ تجربہ کار حضرات کی رائے بھی شامل حال تھی، چنانچہ محمدی کھچار کے ان شیروں نے اپنی رائے کا اس طرح اظہار کیا۔

شوقِ جہاد

حضرت حمزہ ؓ: قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مدینہ سے باہر نکل کر دشمنوں کا اپنی تلوار سے مقابلہ نہ کروں۔

نعمان بن مالک ؓ: اے اللہ کے رسول ہم کو جنت سے محروم نہ کیجئے، قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے میں ضرور جنت میں داخل ہو کر رہوں گا، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں اور میدانِ جنگ سے بھاگتا نہیں ہوں۔

حضرت اوس ؓ: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم بنی عبد اشہل اسی گائے کے مصداق ہیں، جس کو آپ نے خواب میں ذبح شدہ دیکھا ہے، ہم امید رکھتے ہیں کہ ہم دشمنوں کو کاٹ کر رکھ دیں اور دشمن جہنم رسید ہو جائے، یا دشمن ہم کو ذبح کر کے چھوڑے، تا کہ ہم جنت میں پہنچ جائیں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ قریشِ مکہ لوٹ کر یہ کہیں کہ ہم نے محمد ﷺ کو مدینہ کے قلعوں کو گھروں میں بند کر رکھا تھا، اس طرح وہ لوگ ہم پر شیر ہو جائیں گے۔ یا رسول اللہ! اس سے پہلے یہ لوگ ہمارے متعلق اس طرح سوچ بھی نہیں سکتے تھے جبکہ ہم جاہلیت میں تھے اب تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام عطا کیا ہے ان لوگوں نے ہمارے باغات کو روند ڈالا ہے، اور ہم پر چڑھ آئے ہیں، اب تو صرف باہر جا کر تلواروں سے ان کی تواضع کرنی چاہیئے۔

حضرت خیثمہ ؓ: اے اللہ کے رسول! کفارِ قریش نے ایک سال تک ہم سے لڑنے کے لئے ہر قسم کی تیاری کی ہے اور اب ہمارے شہر میں داخل ہو کر ہماری زمینوں باغوں اور کھیتوں کو روندا ہے، اور ہمیں شہر میں محصور کر کے رکھ دیا ہے اگر ہم اس وقت جوابی کاروائی نہیں کریں گے تو یہ لوگ ہر وقت ہر جگہ ہم پر چڑھائی کرتے رہیں گے، اس سے دوسرے عرب بھی ہم پر جری ہو جائیں گے، اب ہمیں مقابلہ کیلئے باہر نکلنا چاہیئے، یا تو اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر فتح عطا فرما دیں گے جس کی ہمیں اللہ تعالیٰ سے امید ہے اور اگر دوسری صورت ہوئی تو پھر تو شہادت مل جائے گی، جو ہمارا مقصود ہے، میں بدر کی جنگ میں شہادت کا شوق رکھتا تھا حتیٰ کہ جانے کیلئے میں نے اپنے بیٹے سعد سے قرعہ اندازی کی لیکن شہادت کا قرعہ اس کا نکلا اور وہ بدر میں شہید ہو گئے، اب مجھے بھی شہادت کا شوق ہے، میں

نے رات اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا ہے جو نہایت حسین وجمیل صورت میں جنت کے باغات اور نہروں میں سیر وتفریح کر رہا تھا اور مجھے کہہ رہا تھا کہ ابا جان! آؤ جنت میں اکٹھے رہا کریں گے۔ یا رسول اللہ خدا کی قسم مجھے جنت میں جا کر اپنے بیٹے سے ملاقات کا بہت شوق ہے، میری عمر بڑھ گئی ہے جسم سست ہو گیا ہے، اب تو میں اپنے رب کی ملاقات ہی کو پسند کرتا ہوں، آپ بھی میرے لئے دعا کریں کہ مجھے اللہ تعالیٰ شہادت دے کر میرے بیٹے سے مجھے جنت میں ملا دے، حضور اکرم ﷺ نے ان کے لئے دعا کی چنانچہ وہ احد میں شہید ہو گئے۔

حضرت انس بن قتادہ رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے رسول! میدانِ کارزار میں ہمیں دو صورتیں پیش آسکتی ہیں وہ دونوں ہی صورتیں اچھی ہیں، یا تو دشمن پر فتح وغلبہ اور مالِ غنیمت یا شہادت، اور یہ دونوں ہمارا مقصود ومطلوب ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ نے آخر میں فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ تم شکست سے دوچار ہو جاؤ گے۔

بہر حال جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باہر نکلنے پر اصرار کیا تو حضور اکرم ﷺ نے جمعہ کی نماز پڑھائی، خطبۂ جمعہ میں آپ ﷺ نے مقابلہ میں صبر کی تلقین کی، اور جہاد کے خوب فضائل بیان کیے اور دشمن کے مقابلہ کی تیاری کا حکم دیا۔

چنانچہ جب آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی تو بہت سارے لوگ اطراف مدینہ سے اکٹھے ہو گئے تھے، حضورِ اکرم ﷺ حجرہ شریف میں تشریف لے گئے، اور جنگی لباس اور اسلحہ زیبِ تن کیا، عمر فاروقؓ اور صدیقِ اکبرؓ نے اندر جا کر حضور اکرم ﷺ کی پگڑی درست کر کے آپ کے سر مبارک پر باندھی، اور باقی صحابہ حجرہ شریف سے لے کر منبرِ نبوی ﷺ تک قطار میں انتظار میں کھڑے تھے، حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت اسید بن حضیرؓ نے ان نوجوان صحابہ کو تنبیہ کی، جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کو باہر جا کر لڑنے پر اصرار کیا تھا کہ تم نے اچھا نہیں کیا کہ حضور اکرم ﷺ کے نکلنے پر زور دیا تمہیں چاہیئے کہ معاملہ حضور ﷺ پر چھوڑ دیتے، کیونکہ آپ ﷺ پر آسمان سے وحی آتی ہے، لہٰذا تم اپنی رائے کو واپس لو۔ جب حضور اکرم ﷺ حجرہ سے باہر تشریف لائے تو اصرار کرنے والے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنی مرضی سے فیصلہ کریں ہم اپنی رائے واپس لیتے ہیں۔

نبی السیف اور رسول الملاحم اس وقت تلوار حمائل کیے ہوئے تھے سر پر خود مبارک اور جسم پر زرہ، کمر مبارک پر چمڑے کا پٹکا کسا ہوا تھا، تیر وکماں، نیزہ اور ڈھال لئے باہر تشریف لائے۔

جن نوجوانوں نے اصرار کیا تھا انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنی مرضی پر عمل کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی نبی کیلئے شایانِ شان نہیں کہ وہ اسلحہ زیبِ تن کر کے دشمن سے لڑے بغیر ہی اسے اتار دے۔ میں نے تمہیں پہلے مشورہ دیا تھا لیکن تم نے نہیں مانا اب تقوی اختیار کرو اور بوقت جنگ صابر اور ثابت قدم رہو۔

اب اللہ کا نام لے کر نکلو جب تک صابر وثابت قدم رہو گے فتح تمہاری ہوگی، آپ ﷺ نے مدینہ منورہ پر عبداللہ بن ام مکتوم ؓ کو امیر بنایا، اور نمازوں کا انتظام ان کے حوالے کر دیا، اور خود میدانِ احد کی طرف نکل گئے۔ سچ ہے۔

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والیؐ نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عینِ ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوکِ سنان سے بھی
برائے دینِ ایماں رقص کرنا عینِ ایمان ہے

مقامِ شیخین میں لشکرِ اسلام کا معائنہ

جنگ کا دوسرا مرحلہ

آپ ﷺ نے تین نیزے منگوا کر ہر نیزے کے ساتھ ایک ایک جنگی جھنڈا باندھ لیا، چنانچہ قبیلہ اوس کا جنگی جھنڈا ان کے سردار اُسید بن حضیر ؓ کو مرحمت فرمایا، اور قبیلہ خزرج کا جنگی جھنڈا ان کے سردار حضرت خباب بن منذرؓ کے ہاتھ میں دیا، اور مہاجرین کا جنگی جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر ؓ کو عطا کیا لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی، اب عزت وعظمت کا یہ لشکر، عزت وعظمت کے عظیم الشان جھنڈے لہراتے ہوئے جبلِ احد کی طرف بڑھنے لگا، حضور اکرم ﷺ ایک عمدہ گھوڑے پر سوار ہیں، وقت اور زمانہ کے اعتبار سے ہر قسم کا اسلحہ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر پر موجود ہے، مسلمان مکمل طور پر مسلح ہیں جن میں ایک سو زرہ پوش خاص کمانڈو دستہ موجود ہے، حضرت سعد بن معاذؓ اور

حضرت سعد بن عبادہؓ زرہ داؤدی میں ملبوس آپ ﷺ کے آگے آگے دوڑ رہے ہیں اور باقی لشکرِ اسلام آپ ﷺ کے دائیں بائیں نہایت عظمت و وقار کے ساتھ اپنی منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ مقامِ "بدائع" سے ہوتے ہوئے "زقاق حسی" پہنچے اور وہاں سے آپ ﷺ آگے بڑھ کر مقامِ "شیخین" جا اترے۔ اور وہاں پر آپ ﷺ نے پڑاؤ کیا یہ ۱۴ شوال جمعہ کا دن تھا۔

آپ ﷺ نے وہاں پر کچھ لوگوں کو دیکھا جو جنگ کیلئے تیار تھے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن ابی کے معاہد اور دوست ہیں، جو یہود ہیں اور جنگ میں جانا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مشرکوں کے خلاف لڑنے کے لئے دوسرے مشرکوں سے مدد نہیں لی جا سکتی۔

مقامِ شیخین میں آپ ﷺ نے اپنے جانبازوں کا معائنہ کیا اور جن کو کم عمر پایا ان کو واپس کیا۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، اسامہ بن زیدؓ، زید بن ارقمؓ، ابوسعید خدریؓ، سمرہ بن جندبؓ اور رافع بن خدیج کو بوجہ صغر سنی واپس کر دیا گیا۔ رافع بن خدیج نے یہ ہوشیاری کی کہ انگوٹھوں کے بل کھڑے ہو کر گردن بلند کی تاکہ لمبا معلوم ہوں، کسی نے سفارش بھی کی کہ یہ بچہ بہت تیر انداز ہے تو آپ ﷺ نے اجازت دیدی، اس کو دیکھ سمرہ بن جندبؓ نے نہایت دردناک انداز میں درخواست کی کہ ابا جان رافع کو اجازت مل گئی ہے حالانکہ میں ان سے طاقتور ہوں، میں اس کو پچھاڑ سکتا ہوں اس کے باپ نے حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے یہ صورتحال پیش کر دی۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دونوں کی کشتی کرا دو، چنانچہ سمرہ بن جندبؓ نے رافع کو پچھاڑ دیا اور اس طرح دونوں کو اجازت مل گئی۔

اب بچے بوڑھے، جوان اور ادھیڑ سب کے سب ایک ہی شراب کے مخمور اور ایک ہی نشہ میں چور تھے۔ سچ ہے: ؎

زندگی کیفی اسی حسن عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

احد میں لشکرِ اسلام کی صف بندی

جنگ کا تیسرا مرحلہ

مقامِ شیخین میں اب مغرب کا وقت ہو چکا تھا، آنحضرت ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیدیا، اذان ہوئی تو آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھائی، اور پھر یہیں پر رات گذارنے کا فیصلہ کیا، آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو پچاس آدمی دے کر لشکر کے اردگرد چکر لگانے، حفاظت کرنے اور چوکیداری پر مقرر فرمایا ادھر مشرکین کے لشکر نے مقامِ شیخین میں اترتے ہوئے لشکرِ اسلام کو دیکھا تھا اس لئے انھوں نے ایک دستے پر عکرمہ بن ابی جہل کو مقرر کر کے چوکیداری پر لگا دیا، رات بھر وہ لوگ ڈر کے مارے سو نہ سکے، ادھر رسول اللہ ﷺ نے سویرے جگانے اور خاص چوکیداری کرنے کیلئے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، اور آپ ﷺ خود سو گئے رات کے پچھلے حصے میں آپ ﷺ جاگ گئے اور لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیدیا اور فرمایا کہ راستے کے ماہرین آگے آجائیں اور ہمیں لشکرِ کفار کے قریب لیجائیں۔ چنانچہ ابو حثمہؓ نے رہبر کا کام کیا اور صبح کی نماز کے وقت لشکرِ اسلام عین اس مقام پر پہنچا جہاں لشکرِ کفار کا قیام تھا، حضور اکرم ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذانِ فجر کا حکم دیا، اذان ہوئی تو آپ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی، اور پھر آپ ﷺ نے دوسری زرہ زیبِ تن کی، سر پر خود اور خود کے نیچے زنجیر نما لوہے کی ٹوپی بھی پہن لی، اس عین لڑائی کے وقت وسطِ میدان سے منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے تین سو منافقین ساتھیوں کے ساتھ واپس بھاگ گیا اور کہنے لگا کہ محمد ﷺ نے بچوں کی رائے پر تو عمل کیا اور میری رائے کو ٹھکرا دیا۔ مخلص مسلمانوں نے اسے بہت سمجھایا، لیکن اس نے کسی کی بات نہ سنی اور بھاگ کر مدینہ واپس چلا گیا اس سے کچھ مسلمان بھی پست ہمت ہونے لگے لیکن اللہ نے ان کی مدد کی۔

منافقین سے صحابہ نے کہا کہ جاؤ دفع ہو جاؤ، اللہ ہماری مدد فرمائے گا۔ اب لشکرِ اسلام صرف سات سو جانبازوں پر مشتمل رہ گیا چنانچہ صبح کی نماز کے بعد میدانِ جنگ میں صف بندی کے لئے سب میدان میں اتر آئے، ترتیب اس طرح بنی کہ آنحضرت ﷺ نے احد پہاڑ کو اپنی پشت کی جانب کر کے مدینہ کی طرف رخ کیا اور جبل رماۃ کو بائیں جانب کر کے صفیں درست کیں، ادھر کفار نے

پشت مدینہ کی طرف کی اور جبلِ رماۃ کو دائیں جانب کر کے صف بندی کر لی، اب دونوں فوجیں آمنے سامنے آ گئیں، ایک لشکرِ رحمٰن ہے اور دوسرا لشکرِ شیطان ہے کیونکہ روزِ ازل سے نقشہ کچھ یوں ہے: ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تابہ ابد
چراغِ مصطفوی سے شرار بولہبی

اب میدان کے پاس ایک پہاڑی تھی جو جنگی لحاظ سے سب سے زیادہ اہم تھی جس کا نام اب "جبلِ رُماۃ" ہے، حضور اکرم ﷺ نے اپنے پچاس تیراندازوں کو وہاں مقرر فرمایا، اور ان پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا اور یہ تاکید فرمائی کہ جنگ کی صورت کیسی بھی ہو فتح ہو یا شکست ہو مگر تمہیں اپنی جگہ سے ہٹنے کی اجازت نہیں، بلکہ اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمارے جسم کے ٹکڑے نوچ نوچ کر فضاؤں میں اڑا رہے ہوں، تمہیں پھر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹنا چاہیئے۔ اس پہاڑی کا نام آج تک اسی مناسبت سے "جبلِ رماۃ" یعنی تیراندازوں کی پہاڑی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے لشکر کے میمنہ پر زبیر بن عوامؓ اور میسرہ پر منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کو تعینات فرمایا اور جنگی جھنڈا حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ میں دیا کیونکہ ؎

زورِ بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

ادھر ابوسفیان نے اپنی صفوں کی ترتیب اس طرح کی کہ میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو تعینات کیا اور عورتوں کو پیچھے کھڑا کیا، اور سارے لشکر کو بدر کی ذلت وخواری اور چھانٹ چھانٹ کر ان کے سرداروں کا مارا جانا یاد دلایا اور لشکر کو خوب جوش دلایا، ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے ڈھول بجا بجا کر یہ اشعار پڑھنے شروع کیے:

نحن بنات طارق
نمشی علی النمارق

ان تقبلوا نعانق
ونفرش النمارق

او تــــدبـــــروا نـــفـــــارق

فـــــراق غـــــیـــــر وامـــــق

ترجمہ: ہم طارق (ستاروں) کی بیٹیاں ہیں، جو نرم نرم فرشوں پر چلتی ہیں، اگر تم دشمنوں پر ٹوٹ پڑو گے تو ہم معانقہ کریں گی اور فرش بچھا دیں گی۔ اور اگر تم بھاگو گے تو ہم ہمیشہ کیلئے بے رخی کے ساتھ جدا ہو جائیں گی۔

ابوسفیان نے جنگی جھنڈا طلحہ بن طلحہ کے ہاتھ میں دیدیا اور جھنڈے کی حفاظت اور حق ادا کرنے کی زوردار تاکید کی۔ اب دونوں کی طرف سے فوجیں بالکل قریب ہو کر صف آرا ہو گئیں اور اپنے اپنے کمانڈروں کی اشارۂ ابرو کی منتظر تھی۔

بہادر رسول کے بہادر ساتھی، عظیم معرکے

جنگ کا چوتھا مرحلہ

جناب رسول اللہ ﷺ، جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور مدینہ منورہ میں اسلام کا نور چمکنے لگا تو مدینہ کے بعض وہ خود غرض افراد جو مستقبل کی قیادت کی امید لئے بیٹھے تھے، اسلام کی قیادت کو پسند نہ کر سکے اور مدینہ سے بھاگ نکلے، انہیں افراد میں سے ایک شخص ابو عامر بھی تھا، یہ قبیلۂ اوس کا سردار تھا، اور جاہلیت میں بوجہ زہد و پارسائی "راہب" کے نام سے مشہور تھا، یہ شخص اپنے پچاس غلاموں کو لے کر کفار قریش کے پاس مکہ مکرمہ پہنچا اور ہر انداز سے قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا اور قریش کو اپنے خام خیالی کے تحت یہ باور کرایا کہ قبیلۂ اوس کے لوگ جب مدینہ کی حدود میں مجھے دیکھیں گے، تو سب کے سب محمد ﷺ کو چھوڑ کر میرے پاس آجائیں گے۔

چنانچہ یہ خبیث سب سے پہلے میدانِ احد میں اتر آیا، گویا کہ جنگِ احد کا آغاز اپنے مکروہ فعل سے اسی نے کیا، پھر ترتیب کے ساتھ طرفین میں مبارزہ کا نقشہ اس طرح قائم ہوا۔

پہلا معرکہ:

ابو عامر جو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ غسیل الملائکہ کا باپ تھا، اور جس کو جاہلیت میں لوگ "راہب" کہتے تھے اور جس کو حضور ﷺ نے "فاسق" کے نام سے یاد کیا، اس نے میدان میں آ کر اس طرح للکارا: "یـــا معشر الاوس أنا ابو عامر" اے قبیلۂ اوس کے لوگو! میں ابو عامر ہوں۔ (میری طرف آؤ) قبیلہ اوس کے انصار پر اللہ کی کروڑ ہا رحمتیں ہوں انہوں نے اس طرح دندان شکن جواب دیا: "لا أنعم الله بک عیـنـاً یـا فاسق" اے فاسق! خدا کبھی بھی تیری آنکھیں ٹھنڈی نہ کرے، ابو عامر فاجر یہ منہ توڑ جواب سن کر خائب و خاسر کفار کی طرف بھاگ گیا، اور کہا کہ میرے بعد میری قوم کی حالت بدل گئی ہے، اس پہلے معرکہ میں دونوں طرف سے تیراندازی اور سنگ باری کا مختصر سا دور بھی ہوا۔

دوسرا معرکہ:

اس کے بعد قریش کا لواء بردار طلحہ بن ابی طلحہ میدان میں آیا اور اس طرح للکار کر کہا۔ اے مسلمانو! تمہارا یہ خیال ہے کہ تمہاری تلواروں سے اللہ تعالیٰ ہمیں جلدی جہنم رسید کرتا ہے اور ہماری تلواروں سے تم کو بہت جلدی جنت پہنچاتا ہے، پس کیا تم میں سے کوئی ایسا آدمی ہے، جس کو میری تلوار جنت پہنچائے یا اس کی تلوار مجھے بہت جلد دوزخ لے جائے؟

محمدی کچھار سے شیرِ خدا علی المرتضیٰ جھپٹے ہوئے شیر کی طرح اس پر جھپٹ پڑے اور اس کے سر پر ایسا وار کیا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے، حضور اکرم ﷺ بہت مسرور ہوئے اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا، جس پر مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرۂ مستانہ لگایا۔

کاتب الحروف نے اس مناسبت سے ایک بار پھر کہا:

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوفًا لَنَا
أَسْرُ الْمُلُوكِ وَ قَتْلُهَا وَ قِتَالُهَا

یعنی بادشاہوں سے لڑنا انھیں قید و قتل کرنا قدیم زمانے سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔

تیسرا معرکہ:

اس کے بعد لشکرِ کفار سے عثمان بن ابی طلحہ نے آگے آ کر جنگی جھنڈا سنبھالا، اور رجز پڑھ کر مقابل کا

خواہاں ہوا۔اس نے کہا۔

إِنَّ عَلَـى أَهْـلِ الـلِّـوَاءِ حَـقًّـا
أَنْ تَـخْـضَـبَ الـصَّـعْـدَةُ أَوْتَنْدَقَّـا

ترجمہ:علمبردار کا یہ فرض بنتا ہے کہ لڑتے لڑتے اس کا نیزہ خون سے رنگین ہوجائے یا ٹوٹ جائے۔
گلشنِ محمدی سے اللہ اور اللہ کے رسول کا شیر حضرت حمزہؓ آگے بڑھے اور دشمن پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں شانے کٹ کر گر گئے ،علم بھی گرا اور علمبردار بھی گرا اور پھر مردار ہوا۔ جب وہ گرا تو حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ ہاں میں حاجیوں کو پانی پلانے والے مطلب کا بیٹا ہوں۔

چوتھا معرکہ:

اس کے بعد کفار کا جنگی جھنڈا ابوطلحہ کے تیسرے بیٹے سعد بن ابی طلحہ نے تھاما، پیچھے سے قریشی عورتیں اپنے رجزیہ اشعار سے اس کو گرما رہی تھیں اور یہ خود جذبۂ انتقام میں مدِّ مقابل کو بلا رہا تھا۔
گلشنِ اسلام سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ شاہین کی طرح اس پر جھپٹ پڑے اور اس کے حلق میں ایسا جچا تُلا تیر مارا جو اس کے حلق میں پیوست ہوگیا اور کتے کی طرح کافر کی زبان باہر نکل کر لٹکنے لگی، حضرت سعدؓ ایک قدم اور آگے بڑھے اور مشرک کا کام تمام کیا کسی نے کیا ہی خوب کہا:۔

زندگی کیفی اسی حسنِ عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاودان کرتے چلو

پانچواں معرکہ:

اس کے بعد ابوطلحہ کا پوتا مسافع بن طلحہ آگے بڑھا اور جھنڈے کو اٹھا کر مقابل کو طلب کیا،لشکرِ اسلام سے حضرت عاصمؓ بن ثابتؓ نے شیر ببر کی طرح اس پر حملہ کیا اور ایک ہی وار میں یہ کہہ کر اس کا کام تمام کیا کہ یہ نیزہ لو اور میں "ابـنِ کِسـرہ" ہوں یعنی سونے کا ٹکڑا ہوں ،یہ جاہلیت میں ان کا لقب تھا، مسافع کو زخمی حالت میں عورتوں کے پاس لیجایا گیا جہاں اس کی ماں بھی تھی ،اس نے پوچھا تجھے کس

نے قتل کیا تو بیٹے نے کہا مجھے کچھ بھی معلوم نہیں، البتہ مارتے وقت اس نے کہا میں ابن کسرہ ہوں یہ نیزہ لو، مسافح کی ماں نے پہچان لیا کہ یہ عاصم بن ثابت ہے تو اس نے نذر مانی کہ میں عاصم کی کھوپڑی میں شراب پیئوں گی، اور جو کوئی اس کی کھوپڑی مجھے لا کر دے گا اس کو سو اونٹ انعام میں دوں گی، اس عورت کا نام سلافہ تھا۔

چھٹا معرکہ:

اس کے بعد کفر کا علم طلحہ کے دوسرے بیٹے حارث بن طلحہ نے اٹھالیا اور مقابل کو طلب کیا تو حضرت عاصمؓ ہی دوبارہ پلٹ کر اس پر حملہ آور ہوئے اور اسے جہنم رسید کیا کیونکہ یہ حقیقت ہے:۔

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والیؐ نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر اُبھرنا عینِ ایماں ہے

ساتواں معرکہ:

پھر طلحہ کے تیسرے بیٹے کلاب بن طلحہ نے جھنڈا پکڑا اور مقابل کا طلب گار ہوا تو محمدی کچھار کے ایک غضب ناک شیر حضرت زبیر بن عوامؓ نے جھپٹ کر اسے دبوچا اور اس کا کام تمام کیا۔

آٹھواں معرکہ:

پھر طلحہ کے چوتھے بیٹے جلاس بن طلحہ نے آ کر جھنڈا اٹھایا تو فوراً لشکرِ اسلام سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے نکل کر اس پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

نواں معرکہ:

اس کے بعد ارطاۃ بن شرحبیل آگے آیا اور جھنڈا اٹھایا اور پھر مقابل کو طلب کیا۔ لشکر ایمان سے حضرت علیؓ نے آ کر اس پر ہاشمی مطلبی حملہ کیا اور اس کو ہمیشہ کے لئے سلا دیا۔

دسواں معرکہ:

پھر کفر کے جھنڈے کو شریح بن قارظ نے آگے آ کر تھام لیا، لیکن لشکر اسلام سے کوئی نامعلوم مجاہد آگے

بڑھا اور اس کا بھی کام تمام کیا۔

گیارہواں معرکہ:

اب عجیب ہوا کہ جھنڈا اٹھانے کے لئے شرفاء میں سے کوئی آگے نہ بڑھ سکا، البتہ شریح بن قارظ کا غلام آگے بڑھا جس کا نام "صواب" تھا، اب غلام صواب صاحب نے کفر کا جھنڈا بلند کیا کہ اتنے میں حضرت حمزہؓ یا حضرت سعدؓ نے آگے بڑھ کر اس غلام کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے جنگی جھنڈے کے نیچے سر پر خود لئے اور جسمِ اطہر پر دو زرہیں پہنے ہوئے بیٹھے تھے، اور اپنے شیروں کی بہادری کا نظارہ کر رہے تھے، قریش کے غلام نے جب جھنڈا ہاتھ میں اٹھایا تو حضرت حسانؓ نے اس کو میدانِ جنگ میں قریش کی بڑی کمزوری قرار دی، اور اپنے اشعار میں اس کو قریش کے لئے بڑا عار قرار دیا۔ چنانچہ طویل قصیدہ کے دو شعر یہ ہیں:۔

فخرتم باللواء و شر فخرٍ　　لواء حين رد إلىٰ صواب

جعلتم فخركم فيه لعبد　　والام من يطاعفر التراب

ترجمہ: تم اپنے جھنڈے پر فخر کرتے ہو حالانکہ یہ تو بدترین فخر ہے، جبکہ جھنڈا غلام صواب کے ہاتھ میں آیا تم نے ایک غلام کے جھنڈا اٹھانے کو اپنا فخر قرار دیا، جو روئے زمین پر سب سے زیادہ ذلیل اور کمینہ تھا۔

بہر حال میدانِ احد میں کفار کے علم برداروں کے علاوہ بڑے بڑے سردار بھی مارے گئے ۲۲ نامور اشخاص ان معرکوں میں کٹ گئے اور کفر کے یہ سرغنے اب بے یار و مددگار چٹیل میدان میں خاک میں مل چکے تھے اسی مناسبت سے میں نے کہا۔

مِنْ عَهْدِ عَادٍ كَانَ مَعْرُوْفًا لَنَا

إِسْرُ الْمُلُوْكِ وَ قَتْلُهَا وَ قِتَالُهَا

یعنی بادشاہوں سے لڑنا انھیں قید و قتل کرنا قدیم زمانے سے ہمارے جانے پہچانے کارنامے ہیں۔

سچ ہے ۔

جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوکِ سنان سے بھی
برائے دینِ اسلام رقص کرنا عینِ اسلام ہے۔

یہ بھی سچ ہے۔

مومن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کے لئے سینہ سپر ہیں

میدانِ احد میں گھمسان کی لڑائی اور کفار کی شکست

جنگ کا پہلا مرحلہ

ادھر جنگ کا ہولناک منظر دیکھنے کیلئے ۱۵ شوال کو ہفتہ کے دن آفتاب عالم تاب نے افقِ مشرق سے طلوع ہو کر جھانکنا شروع کیا اور ادھر محمدی کچھار کے شیروں کی جھلکتی ہوئی تلواروں نے پہاڑی کے ریگستانی نشیب کو اللہ تعالیٰ کی دشمنوں کی سرخ خون سے لالہ زار بنانا شروع کر دیا۔ اہلِ مکہ اپنی کثرت پر بھروسہ کیے ہوئے تکبر و نخوت میں بدمست آگے بڑھے ان کے دیوتاؤں کی مورتیں مدد و نصرت کی غرض سے فوج کے بیچ میں لائی گئی تھیں اور سرداروں کی خوبصورت بیبیاں اور خوش الحان بیٹیاں رجز گاتی ڈھولک بجاتی اور جنگ کی آگ سلگاتی رہتی تھیں تا کہ مردوں کے بہادرانہ مادہ اور جوش شجاعت بھڑک اٹھے اور فوری جوش میں جان دیدینا ننگِ خاندان بننے سے زیادہ آسان ہو جائے۔

قریش کا پہلا حملہ نہایت خوفناک تھا کیونکہ ابوسفیان نے پورے زور سے اپنے لشکروں کو میدان میں اس جذبے کے ساتھ لا کھڑا کیا تھا، کہ بدر میں جو کچھ زخم ہم نے کھائے ہیں، آج ہی کا دن اس پر مرہم پٹی کا دن ہے، اور اپنے سرداروں کا بدلہ لینے کا یہی وقت ہے۔ مگر گلشنِ اسلام کے بہادروں نے نہایت بہادری سے اس حملے کو روکا، اور دشمن کو پیچھے دھکیل دیا، دشمن نے بار ہا جبلِ رماۃ کے عقبی درّہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا مگر تیر اندازوں کی بہادرانہ مدافعت سے ہر بار پسپا ہوئے، ادھر سورج وسطِ میدان میں آ کر گویا میدانِ کارزار کا نظارہ کرنے لگا، کفار کی عورتوں کے زیورات دھوپ کی تمازت سے بدن پر تپنے لگے اور کافروں کو ہر طرف سے پسپائی کا سامنا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ نے میدانِ کارزار کو مزید گرم کیا اور للکار کر شیر ببر کی طرح کفار

کے جمگھٹے میں گھسے چلے گئے ان کی متابعت میں عام صحابہ کرامؓ نے بھی یکبارگی حملہ کیا اور سمجھ لیا کہ بس جو ہونا ہے اس جوشیلے حملے میں ہو جائے یا ہم شہید ہوں اور یا دشمن جہنم رسید ہو۔

مسلمانوں کے اس اجتماعی اور خطرناک حملے نے کافروں کی جمعیت میں انتشار ڈال دیا کفار کے پیر اکھڑ گئے، اور اب بے دین دشمن منہ کی بجائے پیٹھ پر زخم کھاتے ہوئے بے سروسامان بھاگ کر عورتوں تک پہنچ گئے۔ اوّل تو عورتوں نے عار دلائی اور غیرت دلا کر ان میں جوش پیدا کرنا چاہا مگر جب اپنے کو ناکام دیکھا تو وہ بھی سراسیمہ بھاگ کھڑی ہوئیں اور اس طرح وقتِ زوال سے پہلے پہلے کفارِ قریش کے تین ہزار کے لشکر جرار کو سات سو سرفروشانِ اسلام کے ہاتھوں مکمل طور پر شکست ہوگئی، ان کی عورتوں کے محاسن کھل گئے اور بھاگڑ میں پنڈلیاں ظاہر ہونے لگیں گویا کہ وہ اس شعر کی مصداق تھیں: ۔

وَنِسْوَتُكُمْ فِي الرَّوْعِ بَادٍ وُجُوهُهَا

يُخَلْنَ إِمَاءً وَالْإِمَاءُ حَرَائِرُ

ترجمہ: میدانِ جنگ میں تمہاری عورتوں کے چہرے خوف کی وجہ سے ایسے کھل گئے کہ وہ لونڈیاں معلوم ہو رہی تھیں، حالانکہ وہ لونڈیاں نہیں تھیں۔

کفار کی شکست کا نقشہ صفوان کا غلام نسطاس خود اس طرح پیش کرتا ہے، جس نے بعد میں صدقِ دل سے اسلام قبول کر لیا۔

کہتے ہیں کہ میں اس وقت کافروں کے سردار صفوان بن امیہ کا غلام تھا کفار نے عام طور پر غلاموں کو لشکر سے دور ساماں کی حفاظت اور اونٹوں کی دیکھ بھال پر مقرر کیا تھا، ہم سب غلاموں نے اونٹوں کو باندھ لیا اور پھر میدانِ کارزار کے مناظر دیکھنے کیلئے اونچی جگہ پر بیٹھ گئے، دونوں طرف سے فوجیں تیار ہو کر ایک دوسرے کے قریب آ کر کھڑی ہوئیں جب ابتدائی جنگ ہوئی تو محمد (ﷺ) کے صحابہ ہماری فوج پر جھپٹ کر اندر گھسے چلے گئے، اور ہمیں مکمل طور پر اپنے گھیرے میں لے لیا یہاں تک غلاموں میں سے میں بھی مسلمانوں کی قید میں آ گیا، ہمارا لشکر بھاگ چکا تھا، اور لشکرِ اسلام کے جوانوں نے ہمارے لشکر سے سب کچھ چھین لیا تھا اور ہماری فوج مکمل طور پر مایوس ہو چکی تھی، اس وقت عورتوں کو گرفتاری سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا اور ہم مکمل طور پر قید ہو چکے تھے، میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا کہ اچانک میں نے جبل

رماۃ کی طرف سے شہسواروں کا ایک دستہ میدانِ احد کی طرف بڑھتا ہوا دیکھا، جس کو کوئی روکنے والا نہیں تھا، دوسو آدمیوں کا یہ دستہ خالد بن ولید (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی سرکردگی میں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا، لشکرِ اسلام کو اس وقت پتہ چلا جب کفار کی تلواریں مکمل طور پر ان پر پڑ رہی تھیں اس اچانک حملے سے مسلمان تتر بتر ہو گئے، اور ہمارا جو مال ان کے قبضے میں چلا گیا تھا وہ بھی ہمیں واپس مل گیا اور مجھ سمیت قیدی بھی رہا ہو گئے۔

اُحد میں مسلمانوں کی عارضی شکست

جنگ کا دوسرا مرحلہ

رسولِ کریم ﷺ نے عبداللہ بن جبیرؓ کی ماتحتی میں جبلِ رماۃ پر پچاس تیر اندازوں کو بٹھلا دیا تھا، جنگی نقشہ کے اعتبار سے میدانِ اُحد کی لڑائی کا سارا مدار اسی اہم مورچہ پر تھا، اسی وجہ سے حضورِ اکرم ﷺ نے سخت تاکید فرمائی تھی کہ یہ مورچہ کسی صورت میں خالی نہ ہونے پائے تاہم کفار کی کامل شکست کی وجہ سے اس مورچے کے مجاہدین کی رائے میں اختلاف ہو گیا، کچھ احباب نے کہا کہ اب یہاں بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اب لڑائی ختم ہو چکی ہے، ان کے امیر اور دیگر احباب نے منع کیا، اور حضور ﷺ کا تاکیدی حکم بھی یاد دلایا، لیکن بہرحال وہ لوگ میدان میں اتر گئے صرف گیارہ ساتھی جبلِ رماۃ پر قائم رہے، جن میں ان کے امیر عبداللہ بن جبیر ؓ بھی تھے۔

ضرار بن الخطاب جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، احد میں مسلمانوں کی عارضی شکست کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

بدر میں قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے، میں ہمیشہ پوچھا کرتا تھا کہ کن کن مسلمانوں نے کس کس سردار کو قتل کیا ہے، تاکہ میں بدلہ لینے کی کوشش کروں تو مجھے بتا دیا گیا کہ فلاں مسلمان نے فلاں سردار کو قتل کیا ہے جب اُحد کا دن آیا تو ہم نے انتقام کا جذبہ دل میں رکھ کر عورتوں کے ساتھ مسلمانوں کا رخ کیا، ہم عدد، اسلحہ اور سواریوں میں بالکل خود کفیل تھے۔ چنانچہ میدانِ احد میں گھمسان کی لڑائی ہوئی یہاں تک کہ ہم سب پیٹھ دکھا کر بھاگ اٹھے، میں نے دل میں کہا کہ یہ شکست بدر کی شکست سے زیادہ بدتر ہے، دورانِ شکست میں خالد بن ولید سے بار بار کہتا تھا کہ

پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ کر وہ کہتا تھا کہ کہاں سے حملہ کروں کوئی جگہ بھی حملہ کی نہیں ہے؟
اس وقت میری نظر جبلِ رماۃ پر پڑی جو خالی معلوم ہو رہا تھا تو میں نے کہا کہ ابو سلیمان! اس پہاڑی کو دیکھیں جب اس نے دیکھا تو فوراً اپنا گھوڑا موڑ کر اس طرف سے حملہ آور ہوئے ہم نے بھی حملہ کر دیا جب ہم اس پہاڑ پر پہنچے تو وہاں کچھ زیادہ لوگ نہیں تھے بس چند آدمی تھے ہم نے ان کو قتل کر دیا، اور پیچھے سے لشکرِ اسلام پر اس طرح حملہ آور ہوئے کہ ان کو معلوم بھی نہ تھا اور نہ ان کے وہم و گمان میں تھا کہ ایسا حملہ ہوگا۔

چنانچہ ہم نے ان کو تلواروں سے کاٹنا شروع کر دیا، اور ان پر گھوڑے دوڑا دیئے۔ مسلمان اس ناگہانی حملے سے تتر بتر ہو گئے، تو سامنے سے بھاگے ہوئے لوگ بھی ان پر حملہ آور ہوئے اور دونوں طرف سے مسلمانوں کو گھیر لیا، اب ہماری مرضی تھی کہ جس کو قتل کرنا چاہیں کر دیں، میں بدر کے سرداروں کے قاتلین کو ڈھونڈ رہا تھا، لیکن مجھے نہ مل سکا، اتنا وقت گذرا ہوگا جتنے وقت میں اونٹنی کا دودھ نکالا جاتا ہے کہ انصار نے پھر ایک دوسرے کو بلایا اور ہماری طرف ایسے لپکے کہ ہمارے اندر گھس گئے، اللہ ان پر رحم فرمائے یہ بڑے صابر تھے ہم گھوڑوں پر سوار تھے اور وہ پیدل ہم سے چمٹ چمٹ کر جان کی بازی لگا رہے تھے، میں نے ان میں سے دس آدمیوں کو قتل کیا لیکن وہ جانوں کا نذرانہ پیش کرتے رہے۔ سچ ہے ؎

مومن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کے لئے سینہ سپر ہیں

اسی عارضی شکست کا نقشہ اس وقت ایک ننھے منے مجاہد حضرت رافع بن خدیج اس طرح پیش فرماتے ہیں کہ جب جبلِ رملۃ سے تیر انداز نیچے اتر گئے تو خالد بن ولید نے دیکھا کہ اس وقت پہاڑی خالی ہے، تو اس نے فوراً اس طرف سے حملہ کیا اور اس کے ساتھ عکرمہ بن ابی جہل نے بھی حملہ کر دیا وہاں کے چند تیر اندازوں نے بھرپور دفاع کیا، لیکن سب شہید ہو گئے، حضرت عبداللہ بن جبیرؓ تو تیر پر تیر چلاتے رہے، جب کمان اور نیزہ ٹوٹ گیا تو آپؓ نے تلوار لے کر بھرپور مقابلہ کیا لیکن آخر شہید ہو گئے، اب مشرکین پشت کی جانب سے آ کر ہماری صفوں میں گھس گئے اور ہمیں

منتشر کر دیا۔ اس وقت کسی شیطان نے آواز لگائی:
"ألا إن محمد قد قتل" سن لو محمد (ﷺ) قتل کر دیئے گئے، اس آواز سے مسلمانوں کی رہی سہی ہمت جواب دے گئی اور وہ اس طرح حواس باختہ ہو گئے کہ ایک دوسرے کو مارنا شروع کر دیا، اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو دو زخم ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لگے جو یہ کہہ رہے تھے "لو یہ وار اور میں ابو بردہ انصاری ہوں" ادھر سے ایک اور صحابی نے بڑھ کر ابو بردہؓ پر دو ضربیں لگائیں اور ان کو بھی کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ کس کو مار رہے ہیں۔

ادھر حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کے والدِ ماجد جو اس وقت بوڑھے تھے اس نے اور حضرت رفاعہ دونوں بوڑھوں نے اپنے مکان کے برجوں (کنگرے) سے احد کا یہ منظر دیکھا، تو دونوں بوڑھوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ دیکھو بھائی ہماری عمر تو ویسے بھی ختم ہو گئی ہے، آج یا کل موت آ جائے گی تو کیوں نہ ایسا کریں کہ ہم دونوں بھی میدانِ احد میں اتر جائیں، شاید اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت نصیب کر دے، چنانچہ یہ دونوں حضور اکرم ﷺ کے قریب معرکہ میں پہنچ گئے۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کو کفار نے شہید کر دیا، لیکن حضرت یمان رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں نے اسی افراتفری میں مارنا شروع کر دیا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ چیخ چیخ کر فرما رہے تھے کہ اے مسلمانو! یہ میرا باپ ہے مگر کوئی سننے کیلئے تیار نہ تھا چنانچہ الیمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو معاف کر کے دیت بھی معاف کر دی اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جن مسلمان کو جس مسلمان کے ہاتھ سے زخم لگا ہے یا وہ شہید ہوا ہے وہ ایسا ہی ثواب پائے گا جیسا کہ کفار کے مارنے سے ثواب ملتا ہے، اس دوران مسلمانوں نے آپس کی جنگی شعار (نشانی) کو استعمال کیا جو " أمِتْ أمِتْ " کے الفاظ تھے اس سے صحابہ نے ایک دوسرے کو پہچان لیا مگر اس وقت تک کافی نقصان ہو چکا تھا لیکن جہاد کے میدان میں ایسے واقعات کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ ؎

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میدان مگر جھکی تو نہیں

حضور اکرم ﷺ ایک قدم بھی اپنی جگہ سے ہٹے نہیں تھے اور چودہ شان والے صحابہ ابھی تک آپ ﷺ کے دفاع میں کھڑے تھے، جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ وغیرہ شامل تھے۔

حضور اکرم ﷺ پر حملہ اور جانثاروں کا دفاع

جنگ کا تیسرا مرحلہ

افراتفری کے اسی عالم میں لشکرِ کفار کے سرداروں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر حضور ﷺ پر ایک ساتھ تابڑ توڑ حملے کیے ان میں چار افراد زیادہ مشہور ہیں: ① عبداللہ بن شہاب زہری ② عتبہ بن ابی وقاص ③ ابنِ قمیہ ④ ابی بن خلف۔

ابنِ شہاب زہری نے حضور اکرم ﷺ کی پیشانی پر پتھر پھینک کر زخمی کر دیا، اور عتبہ بن ابی وقاص نے کئی پتھر پھینکے، جن میں سے ایک پتھر آ کر آپ ﷺ کے ہونٹ مبارک پر لگا جس سے ہونٹ زخمی ہو کر خون بہنے لگا، اور دائیں طرف کا دندان مبارک اتنا شہید ہوا کہ گویا ٹوٹا نہیں، مگر ایک جانب سے کچھ گر گیا، ابنِ قمیہ نے آپ ﷺ کے رخسار مبارک پر پتھر مارا جس سے آپ ﷺ کا رخسار مبارک زخمی ہوا اور خود کی کڑیاں رخسار میں گھس گئیں۔ ادھر ابوعامر فاجر نے دھوکہ دینے کی غرض سے کئی مقامات پر گڑھے کھود رکھے تھے، انہیں میں سے ایک گڑھے میں آپ ﷺ گر گئے، اور وہاں آپ ﷺ کے گھٹنے بھی زخمی ہو گئے اور زخموں کی تاب نہ لا کر آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے، اس وقت چونکہ آپ ﷺ مسلمانوں کی نظروں سے غائب بھی ہو گئے تھے، اور اس سے پہلے کچھ شیطانوں نے یہ آواز بھی لگائی تھی کہ محمد (ﷺ) قتل ہو گئے، تو اس صورتحال نے عام مسلمانوں کو مزید پریشان کر دیا، اور ان پر غم بالائے غم کے سیاہ بادل چھا گئے اور طرح طرح کے خیالات پیدا ہوئے، اس وحشت ناک خبر سے ان کی ہمتیں پست ہو رہی تھیں کہ یکا یک حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا ان صحابہ پر گذر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے للکار کر کہا، اے مسلمانو! یہ وقت جانبازی و جانثاری کا ہے یا کھڑے ہونے کا؟

اگر رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے تو آپ ﷺ کے بغیر زندگی کا کیا لطف ہے آگے بڑھو اور جس دین کیلئے حضور اکرم ﷺ نے جان دیدی ہے تم بھی اس دین کیلئے جان دے کر حضور ﷺ تک پہنچ جاؤ۔ اس آواز سے مسلمانوں میں ایک نیا جذبہ پیدا ہوا اور سب ملکر کفار پر ٹوٹ پڑے، حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک دستہ تو کفار کے لشکر میں گھستا چلا گیا، حضرت حمزہؓ نے بھی انصار و مہاجرین کو پکار کر ان میں نیا جذبہ اور نیا ولولہ پیدا کیا اور اب تمام صحابہ سنبھل کر کفار کے مقابلے پر آ گئے۔

حضرت کعب بن مالک ؓ نے حضور ﷺ کی چمکتی ہوئی آنکھیں دیکھ لیں تو پکار اُٹھے، اے مسلمانو! بشارت ہو، مبارک ہو حضور اکرم ﷺ زندہ ہیں آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ اعلان مت کرو صبر کرو، پھر حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کو ہاتھ سے پکڑا اور حضرت طلحہؓ نے آپ ﷺ کو گڑھے سے باہر نکالا، جس میں آپ گر چکے تھے آپ ﷺ کے رخساروں میں خود کی کڑیاں گڑ گئی تھیں جس سے تکلیف ہو رہی تھی، صدیق اکبرؓ نے چاہا کہ دانتوں سے نکال دیں، لیکن ابو عبیدہ بن الجراح ؓ نے درخواست کی کہ یہ خدمت میں انجام دوں گا۔ چنانچہ وہ کڑیاں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح ؓ نے دانتوں سے کھینچ لیں اور اپنے سامنے کے دو دانت اس پر قربان کیے، جو مدت العمر آپؓ کے لئے باعث زینت بنے رہے۔ حضور اکرم ﷺ جب ایک پتھر پر چڑھ کر کھڑے ہو گئے تو عام مسلمانوں کو اپنی طرف آواز دے کر بلایا، مسلمانوں آپ ﷺ کی طرف دوڑ پڑے اور چاروں اطراف سے جمع ہو کر ہالہ کی طرح آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور پھر جان کی لڑائی لڑ کر جانثاری کا ایسا نمونہ قائم کیا جس سے تاریخ عالم خالی ہے، ذرا جھانک کر دیکھئے۔

گلشنِ نبوی کے سات نوجوان قربان ہو رہے ہیں

کفار قریش کی برابر یہی کوشش تھی کہ حضور اکرم ﷺ کو شہید کریں، چنانچہ جب آپ ﷺ دوبارہ نمودار ہوئے تو کفار نے پھر آپ ﷺ پر ہجوم کیا، اس وقت سات انصاری جوان آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے جو کفار کو ہم سے دور بھگائے اور وہ جنت میں میرا رفیق بنے؟ اس پر ایک انصاری جوان آگے بڑھے اور کفار پر دفاعی حملہ کیا اور شہید ہو گئے۔

کفار قریش نے پھر آپ ﷺ پر حملہ کیا تو حضور ﷺ نے پھر فرمایا ''کون ہے جو کفار کو ہم سے دفع کرے اور جنت میں میرا ساتھی ہو؟ اس آواز پر پھر ایک انصاری جوان آگے بڑھے اور حملہ کر کے شہید ہو گئے اس طرح سات بار حضور اکرم ﷺ نے یہ اعلان کیا اور انصار میں سے سات نوجوانوں نے جان کی بازی لگا کر حضور اکرم ﷺ پر جانثاری کا عظیم نمونہ قائم کیا۔ سچ ہے۔

ہم نے ان کے سامنے اوّل تو جذبہ رکھ دیا
پھر کلیجہ رکھ دیا، دل رکھ دیا، سر رکھ دیا

حضرت ابوطلحہ ﷺ کی جانثاری

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کی جانثاری کا یہ عالم تھا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے لئے بطور ڈھال سامنے کھڑے تھے، اور دشمن کے تیر اپنے جسم پر لیتے تھے۔ آپؓ خود بھی بہت بڑے تیرانداز تھے، احد کے دن آپؓ نے اپنے ترکش کے سارے تیر خالی کر کے سارے تیر حضور اکرم ﷺ کے سامنے پھیلا دیئے اور پھر تیر چلانا شروع کر دیئے، اس روز آپؓ نے دو یا تین کمانیں توڑ ڈالیں، مسلمانوں میں جس کا بھی ادھر سے گذر ہوتا تو حضور اکرم ﷺ فرماتے تیرے پاس جو تیر ہیں وہ ابوطلحہ کو دیدو۔ ابو طلحہؓ جب تیر چلاتے تھے تو حضور اکرم ﷺ سر اٹھا کر دیکھتے کہ تیر کہاں جا کر لگتا ہے، اس پر ابوطلحہؓ نے فرمایا: "بِأَبِيْ أَنْتَ وَ أُمِّيْ لَا تُشْرِفْ يُصِبْكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِيْ دُوْنَ نَحْرِكَ"

ترجمہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ سر نہ اٹھائیں کہیں دشمن کا تیر آ کر آپ کو نہ لگے، میرا سینہ آپ کے سینے کیلئے سپر اور ڈھال ہے۔

ابوطلحہ ﷺ حضور اکرم ﷺ کے دفاع میں اسی طرح مسلسل تیر چلاتے رہے حتیٰ کہ ترکش میں تیر ختم ہو گئے، پھر حضور اکرم ﷺ کوئی لکڑی بھی اٹھا کر ابوطلحہ کے ہاتھ میں دیتے تو وہ بھی تیر بن جاتا۔ حضور اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ لشکر میں ابوطلحہ کی آواز چالیس آدمیوں سے زیادہ بہتر ہے، اس روز آپؓ نے ایک ہزار تیر چلائے تھے۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی بہادری

جنگ کا چوتھا مرحلہ

میدانِ احد میں رسول کریم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو میری اس تلوار کو لے لے اور اس کا حق ادا کرے؟ حضرت زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں لینے کیلئے تیار ہوں، مگر آپ نے مجھے نہیں دی اور پھر اسی طرح اعلان فرمایا، میں نے پھر عرض کیا لیکن آپ ﷺ نے انکار کر دیا، تو ابودجانہ ﷺ کھڑے ہو گئے، اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ

کی تلوار کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خطِ اول پر لڑنا اور کسی کافر سے نہ بھاگنا اس کا حق ہے۔ ابو دجانہؓ نے اسی شرط پر حضور اکرم ﷺ سے تلوار لے لی، حضرت زبیر ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے افسوس ہوا کہ حضور ﷺ نے مجھے تلوار نہیں دی، اب میں دیکھوں گا کہ یہ شخص کیا کارنامہ انجام دیتا ہے۔

چنانچہ ابو دجانہؓ نے اپنی سرخ پٹی سر پر باندھ لی، اور تلوار لے کر کفار کی صفوں میں گھستے چلے گئے اور زبان پر یہ دو شعر تھے۔

أَنَــا الَّــذِيْ عَــاهَــدَ نِبِيُّ خَـلِيْـلِـيْ
وَنَـحْـنُ بِـالسَّـفْـحِ لَـدَى الـنَّـخِيْلِ
أَن لَّا أَقُوْمَ الدَّهْرَ فِي الْكَيُّوْلِ أَضْرِبُ
بِسَيْفِ الــلّٰـــــهِ وَالــرَّسُــوْلِ

ترجمہ: میں وہی ہوں کہ میرے محبوب مصطفیٰ نے پہاڑ کے دامن کے کھجور کے باغ کے پاس مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ میں کبھی پیچھے کی صف میں کھڑا نہیں ہوں گا، اور اللہ اور اس کے رسول اکی تلوار سے دشمن کو مارتا رہوں گا۔

حضرت زبیر ؓ فرماتے ہیں کہ ابو دجانہ ؓ کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے نکل کر عورتوں تک پہنچ گئے، سامنے ایک انسان نظر آیا تو ابو دجانہ ؓ نے تلوار اٹھا کر اس پر چلانا چاہی کہ اس نے آواز دی، جس سے معلوم ہوا کہ یہ کوئی عورت ہے تو آپؓ نے تلوار روک دی، میں نے ان سے پوچھا کہ اس کو کیوں نہیں مارا؟ تو فرمایا کہ حضور ﷺ کی تلوار کی یہ بے ادبی ہے کہ ایک عورت ذات پر چلائی جائے۔

ابو دجانہؓ میدانِ کارزار میں دائیں بائیں کفار کو مار رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے حضور ﷺ کی طرف بڑھ کر کہا کہ مجھے بتاؤ محمد (ﷺ) کہاں ہیں خدا کی قسم میں آج ان کو قتل کر دوں گا یا خود مارا جاؤں گا۔

ابو دجانہؓ اس شخص کی طرف لپکے اور فرمایا میری طرف آ، میری جان حضور ﷺ کی جان کیلئے ڈھال ہے، پھر ابو دجانہ اس پر جھپٹ پڑے اور اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور پھر اس شہسوار پر تلوارِ رسول ﷺ سے ایسا حملہ کیا کہ وہ ڈھیر ہو گیا، آپؓ نے فرمایا: "خـذهـا و أنا ابنِ خرشه" یعنی

تلوار کا یہ وار لو اور میں ابو دجانہ سماک بن خرشہ ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے جب یہ منظر دیکھا تو فرمایا "اے اللہ تو ابن خرشہ سے راضی ہو جا جیسا کہ میں ان سے راضی ہوں۔"

میدانِ جنگ میں عبید بن حاجز مشرک درندہ کی طرح لڑ رہا تھا، اور آگے بڑھ رہا تھا، حضرت حارثہ بن صمہ رضی اللہ عنہ مقابلے پر آ گئے، مگر مشرک نے آپ کو مار کر زخمی کر دیا، اتنے میں ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اور اس مشرک پر حملہ کر دیا، دونوں پہلوانوں کی تلواریں دیر تک ٹکراتی رہیں، اور ہر ایک اپنے مقابل کے وار کو ڈھال پر روکتا رہا، کہ ایک دم ابو دجانہؓ نے حملہ کیا اب تلواروں کی بجائے کشتی شروع ہو گئی، حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے پہلے مشرک کو زور سے زمین پر پٹخ دیا پھر اس کے سینے پر بیٹھ گئے اور تلوار لے کر بکری کی طرح اس کو ذبح کر دیا، اور پھر واپس آ کر حضور ﷺ کے دفاع میں کھڑے ہو گئے۔ سچ ہے۔

فَسَلْ حُنَيْناً وَسَلْ بَدْرًا وَسَلْ اُحُدًا

فُصُوْلَ حَتْفٍ لَهُمْ اَدْهٰى مِنَ الْوَخَمِ

ترجمہ: ذرا بدر اور حنین اور احد کی جنگوں سے پوچھو جو کفار کے لئے وبا سے بڑھ کر موت کی فصلیں تھیں۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک کافر میدانِ جنگ میں نمودار ہوا جو مکمل طور پر اسلحہ میں غرق تھا، اور کہہ رہا تھا کہ ان مسلمانوں کو اونٹوں کی طرح رسیوں سے باندھ لو، اتنے میں ایک مسلمان سامنے آیا اور دونوں کا شدید مقابلہ شروع ہوا، میں نے دیکھا کہ کافر اسلحہ اور سامانِ جنگ کے اعتبار سے مسلمان پر بھاری تھا، لیکن جب دونوں آپس میں گتھم گتھا ہو گئے تو مسلمان نے اس کافر پر گردن کے پاس سے تلوار چلائی جو بدن کے نچلے حصے تک اترتی چلی گئی اور کافر دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا پھر مسلمان نے منہ سے نقاب ہٹایا اور مجھ سے کہا مقابلہ کیسا رہا؟ میں ابو دجانہؓ ہوں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خاص طور پر ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتا تھا کہ حضور ﷺ نے مجھے چھوڑ کر تلوار ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو دی ہے، میں دیکھوں گا کہ یہ کیا کمال دکھاتے ہیں، قسم بخدا میں نے اس سے بہترین لڑنے والے کو نہیں دیکھا۔ جب لڑتے لڑتے ان کی تلوار کند ہو جاتی تو یہ میدانِ جنگ میں کسی پتھر پر رگڑ کر اپنی تلوار کی دھار تیز فرما لیتے، اور وسطِ میدان میں اکڑ اکڑ کر داخل ہو جاتے، تو

حضور ﷺ فرماتے کہ سوائے میدانِ جنگ کے اس طرح اکڑ کر چلنا اللہ کو ناپسند ہے، مگر یہاں پر اللہ کو پسند ہے، اس دن آپ کی تلوار درانتی کی طرح ٹیڑھی ہوگئی تھی۔ سچ ہے۔

خَلَقَ اللّٰهُ لِلْحُرُوْبِ رِجَالاً

وَرِجَالاً لِقَصْعَةٍ وَثَرِيْدٍ

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جہاد میں لڑنے کیلئے پیدا فرمایا اور بعض کو ثرید اور قورمے کھانے کے لئے، یہ بھی سچ ہے۔

مومن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں

اسلام کی عظمت کے لئے سینہ سپر ہیں

اہلِ تاریخ نے لکھا ہے کہ کفار کے حضور ﷺ پر ہجوم کے وقت ابودجانہؓ نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے سپر اور ڈھال بنادیا تھا، کمر جھکائے ہوئے دشمنوں کی طرف پشت کیے ہوئے ایسے کھڑے تھے کہ تیر پر تیر آپ کھاتے گئے مگر نہ وہاں سے کوئی جنبش کی اور نہ ذرا مضطرب ہوئے۔

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والیؐ نے

کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر اُبھرنا عینِ ایمان ہے

جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوکِ سنان سے بھی

برائے دینِ اسلام رقص کرنا عینِ ایمان ہے

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی جانثاری

میدان احد میں اس عارضی شکست کے وقت جو افراتفری پھیلی تھی حضرت طلحہؓ بھی دیگر گیارہ صحابہ کے ساتھ حضور ﷺ کے دفاع میں نہایت استقلال کے ساتھ کھڑے تھے اور ہر طرف سے کفار کے تیر اپنے جسم پر لیتے تھے، وہ خود اپنا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں: جب صحابہ کرامؓ شکست کھا گئے اور مشرکین نے آگے پیچھے سے ہمارا گھیراؤ کیا اور حضور ﷺ کو اپنے نرغے میں لے لیا تو میں حیران ہوا کہ حضور ﷺ کا دفاع کس جانب سے کروں کیونکہ ہر جانب سے آپ ﷺ پر حملہ ہو چکا تھا، پھر میں نے تلوار سونت لی اور ہر طرف سے دفاع کرنے لگا، کبھی ایک جانب اور کبھی

دوسری جانب جا کر دفاع کرتا رہا اور کفار کو ہٹاتا بھگاتا رہا، یہاں تک کہ وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے، اس موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "قَدْ اَوْجَبَ" یعنی طلحہ نے اپنی نذر اور مقصود کو پورا کر لیا، حضرت طلحہ ؓ کا بیان ہے کہ اُحد کے دن جب مسلمانوں کو عاضی شکست ہوئی، اس کے بعد ایک دم مسلمان اکٹھے ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی لشکرِ کفار سے باہر آیا جو نہایت عمدہ گھوڑے پر سوار تھا اور لوہے میں بالکل غرق تھا، ایک لمبا نیزہ گھسیٹ رہا تھا اور اس طرح للکار رہا تھا، میں عمدہ نشان کا مالک ہوں مجھے محمد ﷺ دکھا دو تا کہ اس کا کام تمام کردوں۔ حضرت طلحہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پر حملہ کر دیا تو پہلے اس کے گھوڑے کو مارا، اور پھر اس کو اسی کے نیزے سے ایسا مارا کہ نیزہ آنکھ کے راستے سے کھوپڑی میں جا چکا، اور اللہ کا دشمن بیل کی طرح ڈکراتا ہوا زمین پر جا گرا، میں جا کر اس پر چڑھ بیٹھا اور اس کے پرخچے اڑا دیئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ طلحہؓ پر رحم فرمائے انھوں نے اُحد کے دن ہم سب سے بڑھ کر کارنامے کیے کیونکہ ہم تو افرا تفری میں ادھر اُدھر ہو رہے تھے، لیکن طلحہ تو حضور ﷺ کیلئے مستقل ڈھال بنا ہوا تھا۔

حضرت طلحہؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ ؓ کا یہ ہاتھ کیوں شل ہو گیا؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ مالک بن زبیر کافر نے حضور ﷺ پر تیر پھینکنا شروع کیا وہ بہت بڑا تیر انداز تھا، تو میں نے اپنے اس ہاتھ سے حضور ﷺ کا بچاؤ کیا اور تیروں کو اپنے ہاتھ پر لیا تو اس طرح ہاتھ شل ہو گیا، ایک تیر جب لگا تو حضرت طلحہؓ کے منہ سے "حس" کا لفظ نکل گیا جو زخم کے لگنے وقت عموماً نکلتا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر طلحہ اس وقت "بسم اللہ" کا لفظ کہتے تو لوگوں کے سامنے وہ زندہ جنت میں داخل ہو جاتے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ وہ چلتا پھرتا زندہ جنتی دیکھے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھے، اس موقعے پر حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

"اوجب طلحة" یعنی طلحہ نے اپنے لئے جنت واجب کردی۔

حضرت ابوبکر ؓ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت حضور ﷺ کے پاس آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جلدی اپنے چچازاد بھائی کی خبر لو میں فوراً طلحہؓ کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ آپؓ کے سر میں صلیب نما گہرا زخم لگا ہے اور خون فوارہ کی طرح بہہ رہا ہے اور آپؓ بے ہوش پڑے ہیں، میں نے آپ کا چہرہ دھویا اور خون صاف کیا تب آپ کو ہوش آیا اور فوراً پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کس حال میں ہیں، میں نے کہا وہ

خیریت سے ہیں اور مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے طلحہ نے کہا "الحمد لله كل مصيبة بعدهٗ جلل" شکر ہے الحمدللہ جب حضور ﷺ ٹھیک ہیں تو میری سب مصیبت ہیچ ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بیان ہے کہ میں اور ابو عبیدہؓ جب ایک نالے میں طلحہ ؓ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ کی انگلی کٹی ہوئی ہے، صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ احد کا دن اور اس کا ثواب تو مکمل طلحہ ہی کے حصے میں آیا۔ سچ ہے۔

مؤمن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کے لئے سینہ سپر ہیں

یہ بھی سچ ہے۔

زندگی کیفی اسی حسنِ عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

یہ بھی سچ ہے۔

غم نیست گرز مہر تو دل پارہ پارہ شد
اے کاش ذرہ ذرہ شوم در ہوائے تو

ترجمہ:

مجھے کوئی غم نہیں اگر محبوب کی محبت میں دل پارہ پارہ ہوگئی
اے کاش کہ میں تیری محبت میں ریزہ ریزہ ہو جاؤں

أللهم لا عيش إلا عيش الآخرة
فاغفر الانصار و المهاجرة

حضورِ اکرم ﷺ کی بہادری

حضرت مقدادؓ فرماتے ہیں کہ جب عام صحابہ تتر بتر ہوگئے اور کفارِ قریش نے حضور ﷺ پر ہلہ بول دیا تو خدا کی قسم میں دیکھ رہا تھا کہ حضور ﷺ اپنی جگہ پر ثابت قدم کھڑے تھے اور ایک بالشت برابر اپنی جگہ سے ادھر اُدھر نہیں ہوئے تھے، بلکہ دشمن پر تیر چلاتے تھے اور کبھی پتھروں سے دشمن پر

حملہ کرتے تھے، اور چند صحابہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔

حضور اکرم ﷺ احد کے دن تیر چلاتے رہے، یہاں تک کہ سارے تیر ختم ہو گئے، اور کمان کا تسمہ بھی ٹوٹ گیا، آپ ﷺ کے پھینکے ہوئے تیر چاروں طرف پھیل گئے پھر حضرت عکاشہؓ نے تسمہ دوبارہ باندھ لیا اور آپ مسلسل کفار پر تیر پھینکتے رہے۔

ایک موقع ایسا بھی آیا کہ آپ ﷺ میدانِ کارزار میں مشہور تیر انداز اور حضور اکرم ﷺ کے ماموں سعد بن ابی وقاص ؓ کو تیر دیتے رہے اور فرماتے رہے "**إرم فداک أبی و أمی**" میرے ماں باپ تجھ پر قربان دشمن پر تیر چلاتے رہو۔

حضور ﷺ کا اُبی بن خلف کو قتل کرنا

اُبی بن خلف ایک بد بخت انسان تھا مکہ مکرمہ میں اس شخص نے مسلمانوں کو بہت ستایا تھا، حضور اکرم ﷺ نے جب ہجرت کی، اور بدر میں بڑے بڑے کافر مارے گئے، اور امیہ بن خلف بھی مارا گیا، تو ابی بن خلف نے قسم اٹھائی کہ میں محمد (ﷺ) کو قتل کروں گا۔ حضور اکرم ﷺ کو جب اس کی قسم کا معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انشاء اللہ میں ہی ابی بن خلف کو قتل کروں گا آج احد کے میدان میں ابی بن خلف بھی موجود تھا اور حضور ﷺ پر حملہ میں شریک تھا۔

چنانچہ یہ بد بخت اسلحہ میں غرق حضور ﷺ کی طرف بڑھا اور کہنے لگا "**لا نجوت إن نجا محمد**" آج اگر محمد (ﷺ) بچ گئے تو میری زندگی کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ نے حضور اکرم ﷺ کے دفاع میں اس پر حملہ کیا لیکن اس بد بخت نے حضرت مصعب بن عمیر ؓ کو حضور ﷺ کے بالکل سامنے شہید کر دیا اور حضور ﷺ کی طرف قتل کی غرض سے آگے بڑھنے لگا تو صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ سے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ایک آدمی کو اس کے مقابلے پر جانا چاہیئے، یہ شخص تو آپ کے قریب آ گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا، اس کو ذرا آگے آنے دو، چنانچہ وہ خبیث آگے آیا اور حضور ﷺ سے کہنے لگا، اے جھوٹے اب تو کدھر بھاگے گا؟ حضور ﷺ نے ایک صحابی سے نیزہ لیا اور پھر اس کو خوب حرکت دی اور مکمل طور پر لہرایا اور پھر اس شخص کی گردن میں مارا جس سے وہ چلا اٹھا اور بلبلاتا ہوا بھاگا اور اپنے شیاطین کے

پاس پہنچا، لوگوں نے کہا کہ کیا چیخ رہے ہو ذرا سی خراش ہی تو ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ یہ محمد (ﷺ) کے ہاتھ کا زخم ہے، اس وقت مجھ پر اتنا بوجھ اور درد ہے کہ اگر یہ تمام اہلِ حجاز پر تقسیم کیا جائے تو تمام اہلِ حجاز مر جائیں گے، پھر اس شیطان کا خاتمہ ہوا اور جہنم رسید ہو گیا۔

حضور اکرم ﷺ کا مبارک ارشاد ہے کہ انسانوں میں سب سے زیادہ بد بخت آدمی وہ ہے کہ جو کسی نبی کو قتل کرے یا کوئی نبی اس کو قتل کرے۔ شکر ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ سے ایک کافر مارا گیا ورنہ بھائی لوگ کہتے کہ نبی نے تو کسی کو نہیں مارا تم کیوں مارتے ہو؟ کسی نے سچ کہا۔

فَمَنْ كَانَ أَوْمَنْ قَدْ يَكُوْنُ كَأَحْمَدَ
نِظَامٌ لِحَقٍّ أَوْنَكَالٌ لِمُلْحِدٖ

ترجمہ: یعنی محمد ﷺ کی طرح کون ہو سکتا ہے، آپ ﷺ تو حق کے محافظ اور ملحدین کو عبرتناک سزا دینے والے تھے۔

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہادری و شہادت

جنگ کا پانچواں مرحلہ

حضرت حمزہؓ حضور اکرم ﷺ کے مایہ ناز چچا تھے، حضور اکرم ﷺ پر مکہ مکرمہ ہی میں ایمان لائے تھے، شان والے صحابی تھے انتہائی بہادر تھے، حتیٰ کہ ان کو حضور اکرم ﷺ نے "أسد الله و أسد رسوله" کا شاندار لقب عطا فرمایا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا شیر۔ جنگِ بدر میں آپؓ نے ابوسفیان کی بیوی ہندہ کے باپ عتبہ کو قتل کیا تھا، اور جبیر بن مطعم کا چچا طعیمہ بھی حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ جس کا ایک سیاہ فام غلام تھا، جس کا نام وحشی تھا، جبیر نے اس کو آزادی کی لالچ دلائی کہ اگر تو نے میرے چچا کے بدلے محمد (ﷺ) کے چچا کو قتل کیا تو میں تجھے آزاد کر دوں گا، ادھر ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے کہا کہ اگر وحشی نے میرے باپ کے بدلے میں حمزہؓ کو قتل کیا، تو میں خاطر خواہ انعام دوں گی۔ اس لالچ نے اس شخص کو اس قتل پر ابھارا، ورنہ یہ کوئی عقیدہ کی بنیاد پر میدان میں نہیں آیا تھا بلکہ ایک اجرتی قاتل تھا چونکہ نیزہ بازی میں خوب مہارت رکھتا تھا اس لئے یہ اس کام کیلئے تیار ہو گیا، اس شخص کو حارث کی بیٹی نے بھی آزادی کی لالچ دی تھی کیونکہ اس عورت کا

باپ بھی بدر میں مارا گیا تھا۔ چنانچہ اس عورت نے وحشی سے کہا کہ اگر تو نے میرے باپ کے بدلے محمد (ﷺ) یا اس کا چچا حمزہؓ یا علیؓ کو قتل کیا، تو تجھے آزادی مل جائے گی۔

وحشی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ محمد (ﷺ) تک پہنچنا تو محال ہے اور حمزہؓ تو ایسا بہادر ہے کہ خدا کی قسم اگر وہ سویا ہوا بھی ملے تو میں اسے جگا نہیں سکتا رہ گیا علیؓ تو اس کے قتل کی میں کوشش کروں گا، وحشی کا اپنا بیان ہے کہ میں جنگ احد میں آیا اور میدانِ اُحد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تلاش کر رہا تھا کہ اچانک میں نے میدان میں اسکو دیکھا جو انتہائی محتاط تجربہ کار اور ادھر اُدھر اطراف پر مستقل نظر دوڑانے والا شخص تھا تو میں نے کہا کہ اس کو قتل کرنا آسان کام نہیں ہے، تاہم میں ایک پتھر کی اوٹ میں بیٹھ گیا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ حمزہؓ ایک مٹیالے رنگ کے اونٹ کی طرح لوگوں کو بھگا رہا ہے اور ادھر اُدھر لوگوں کو قتل کر رہا ہے، میں نے ارادہ کرلیا کہ کسی درخت یا پتھر کے پیچھے چھپ جاؤں جب یہ قریب آئے گا تو بے خبری سے حملہ کروں گا، اتنے میں لشکرِ قریش میں سے ایک شخص مجھ سے آگے حمزہؓ کے سامنے آیا، تو حمزہؓ نے کہا کہ اے ذلیل عورت کے بیٹے تو بھی ہم پر شیر بن رہے ہو، یہ کہہ کر حمزہؓ نے اس پر ایسا حملہ کیا کہ اس کا نام ہی مٹ گیا، اس کے بعد حمزہؓ کی نظر مجھ پر پڑی تو فوراً نالے میں میری طرف بڑھنے لگا کہ اچانک اس کا پاؤں پھسل گیا، وہ سنبھل رہا تھا کہ میں نے اپنا نیزہ خوب ہلایا، اور پھر اس پر زور سے پھینکا، نیزہ اس کی ناف کے برابر جالگا اور اپنا کام کر گیا، حمزہؓ چند قدم میری طرف بڑھے لیکن پھر زمین پر گر پڑے، اور میں کنارہ کش ہو کر بیٹھ گیا۔

مسلمانوں نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو کئی دفعہ آواز دی مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، تو سب نے کہا کہ حمزہؓ شہید ہو گئے، جب لوگ ہٹ گئے تو میں نے جا کر اپنا نیزہ نکالا، اور حمزہ رضی اللہ عنہ کا سینہ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور لا کر ہندہ کو دیا ہندہ نے کلیجہ منہ میں ڈال کر چبایا، لیکن نگل نہ سکی اور یہ کہا کہ آج میرا جگر ٹھنڈا ہو گیا، کہ اپنے باپ کے قاتل کا جگر چبایا۔ پھر ہندہ نے جا کر حمزہؓ کے دیگر اعضاء کو کاٹا اور اس کو دھاگہ میں پرو کر گلے کا ہار بنایا، اور بعض اعضاء کو بازو بند کے طور پر پہنا اور یہ سب چیزیں اپنے ساتھ مکہ لے گئی، اور مجھ سے کہا کہ جب مکہ پہنچ جائینگے تو تمہیں دس دینار بطور انعام دوں گی اور پھر ہندہ نے اپنا لباس اتار کر مجھے دیا اور جسم پر جو بھی زیورات تھے وہ بھی مجھے دیئے، پھر فتح مکہ کے بعد ہندہ مسلمان

ہوگئی اور میں طائف بھاگ نکلا پھر مجھے کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر تم اسلام قبول کرلو تو حضرت محمد ﷺ تجھے معاف کردیں گے، چنانچہ میں مدینہ گیا تو آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا وحشی ہو میں نے کہا ہاں یارسول اللہ! پھر میں نے اسلام قبول کیا لیکن حضور ﷺ نے مجھ سے کہا کہ میرے سامنے مت آیا کرو کیونکہ تجھے دیکھ کر مجھے اپنا چچا یاد آتا ہے۔ تو میں وعظ ونصیحت کے وقت حضور اکرم ﷺ کے پیچھے بیٹھتا تھا۔ مجھ سے حضور ﷺ نے بھی اپنے چچا کے قتل کا یہ قصہ اسی طرح سنا۔

چنانچہ بعد میں ہم مسیلمہ کذاب کے مقابلے پر یمامہ پہنچ گئے، جب ہم حدیقة الموت میں داخل ہوگئے تو میں نے مسیلمہ کذاب کو ایک دیوار کے ساتھ کھڑا ہوا دیکھ لیا، میں نے اسی نیزہ کو پھر ہلایا، اور مسیلمہ پر حملہ آور ہوا، میں اور ایک انصاری نے مل کر اس کو قتل کردیا، خدا کرے یہ ثواب اس جرم کا بدلہ بن جائے جو میں نے حمزہ ؓ کے قتل میں کیا تھا۔

(نوٹ: مسیلمہ کذاب اور دیگر مرتدین کے ساتھ صدیق اکبرؓ کے عظیم معرکے بندہ کی کتاب ''فتنۂ ارتداد اور جہاد فی سبیل اللہ'' میں دیکھ لیے جائیں مکمل تفصیلات عام فہم انداز میں درج ہیں۔ مؤلف)

حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی اور حضرت حمزہؓ کی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک بلند مکان کے کنگرے پر کھڑی تھی کہ میں نے اُحد میں مسلمانوں کی یہ عارضی شکست دیکھ لی، میں تلوار سونت کر اُحد کے میدان کی طرف دوڑنے لگی، کچھ آگے جا کر انصار کی دیگر خواتین بھی اُحد کی طرف تیز تیز چل رہی تھیں، یہاں تک کہ ہم حضور ﷺ تک پہنچ گئیں، حضور ﷺ کے صحابہ منتشر ومتفرق تھے، سب سے پہلے میں نے اپنے بھتیجے علی ؓ کو دیکھا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اے پھوپھی جان! واپس ہوجاؤ آگے مت جاؤ میں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کیسے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ وہ ٹھیک ہیں، چنانچہ میں حضور اکرم ﷺ تک پہنچ گئی، آپ ﷺ زخمی تھے اور بار بار یہ فرمار ہے تھے کہ میرے چچا حمزہؓ کا کیا ہوا؟ حارث بن صمہ ؓ نے جا کر ڈھونڈنا شروع کیا، لیکن دیر ہوگئی تو حضرت علیؓ چلے گئے اور واپس آکر حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دی کہ حمزہؓ شہید ہو چکے ہیں، حضور ﷺ وہاں سے نکلے اور جا کر حمزہ ؓ کی لاش کے پاس کھڑے ہوگئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنی زندگی میں اس سے زیادہ دردناک

منظر کبھی نہیں دیکھا، اگر ہماری عورتیں برداشت کر سکتیں تو میں حمزہؓ کو کھلے میدان میں چھوڑ دیتا کہ درندے پرندے اس کو نوچ لیں، اور قیامت کے دن اسی حالت میں آجائے۔

کفار نے حضرت حمزہؓ کا انتہائی دردناک اور وحشیانہ انداز سے مثلہ کیا تھا یعنی ہاتھ کٹے ہوئے تھے، ناک کان اور ہونٹ کٹے ہوئے تھے، انگلیاں کٹی ہوئی تھیں، سینہ چاک چاک تھا، حضور اکرم ﷺ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ اپنی والدہ اور حمزہؓ کی بہن صفیہؓ کو آگے آنے مت دو وہ برداشت نہ کر سکیں گی، تاہم صفیہؓ اپنے بھائی کی لاش پر آگئیں اور حضور ﷺ نے اجازت دیدی۔

وہ آکر حمزہؓ کی لاش کے پاس بیٹھ گئیں، جب آپؓ روتی تھیں تو حضور اکرم ﷺ بھی رونے لگتے تھے، اور جب روتے روتے آپؓ کی ہچکیاں بندھی جاتیں، تو حضور اکرم ﷺ کی بھی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اس وقت روتی تھیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے حمزہ اس تکلیف کی طرح میری کوئی تکلیف نہیں ہوسکتی اور اگر مجھے موقع ملا تو میں قریش کے تیس آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔ اس پر قرآن کی یہ آیت اتری: "**فإن عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم ......الأية**"۔ ترجمہ: اور اگر تم بدلہ لو تو اسی قدر جس قدر تم کو تکلیف پہنچائی جائے، اور اگر صبر کرو تو یہ صبر والوں کیلئے بہتر ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں معاف کرتا ہوں کسی کا مثلہ نہیں کروں گا۔

جب آپ ﷺ نے صفیہؓ وغیرہ کا رونا دیکھا، تو فرمانے لگے کہ میرے پاس جبرئیل امین آئے اور مجھے بتایا کہ ساتوں آسمانوں میں لکھا گیا ہے کہ "**حمزة اسد الله و اسد رسوله**" یعنی حمزہؓ اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں۔

اس طرح اس عظیم انسان نے اس عظیم اسلام کیلئے عظیم قربانی دے کر عظیم تاریخ رقم کردی۔ سچ ہے۔

ہم نے ان کے سامنے اول تو جذبہ رکھ دیا
پھر کلیجہ رکھ دیا، دل رکھ دیا، سر رکھ دیا

یہ بھی سچ ہے۔

زندگی کیفی اسی حسنِ عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

یہ بھی سچ ہے۔

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے بر سرِ میدان مگر جھکی تو نہیں

یہ بھی سچ ہے۔

مؤمن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کے لئے سینہ سپر ہیں

اب دامنِ احد میں جبلِ رماۃ کے پہلو میں اس عظیم انسان کے پاس جو کچھ تھا وہ اللہ کے راستے میں قربان کردیا، جسم کے ٹکڑوں کا نذرانہ پیش کرکے امتِ مسلمہ کو یہ پیغام دے گیا۔

جو پاس تھا وہ سب لٹا ہی دیا
حق تو یہ ہے کہ حق اداء ہی کیا

عظیم رسول کے اس عظیم چچا نے مجلسِ شجاعت وبسالت اور انجمن عزت وعظمت میں ایک تابناک شمع جلا کر چھوڑ دی، اور پھر اس طرح رخصت ہوئے کہ قیامت تک اپنے پیچھے چھوڑنے والوں کو داغِ مفارقت دے گئے۔

وہ آئے بزم میں اتنا تو میرؔ نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

حضرت حمزہؓ حضور ﷺ کے صرف چچا ہی نہیں تھے بلکہ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے، بچپن میں دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بھی تھے، اور مدت العمر حضور ﷺ کے قلبی دوست بھی تھے، اس لئے ایک موقع پر جب حضور ﷺ نے انصار کی عورتوں کو اپنے شہداء پر روتے ہوئے دیکھا تو درد ناک انداز میں فرمایا: "لٰکِنَّ حَمْزَۃَ لاَ بَوَاکِیَ لَہٗ" (لیکن حمزہ پر تو کوئی رونے والی ہی نہیں) اس جملہ کو سن کر انصار نے اپنی خواتین کو حکم دیا کہ اپنے شہداء کو چھوڑ کر حمزہ کو رو یا جائے۔

جب حضور اکرم ﷺ نے ان کی آوازیں سنیں اور حضرتِ حمزہؓ پر رونے کا اہتمام دیکھا تو فرمایا کہ میرا مقصد یہ نہیں تھا، اس طرح رونا جائز نہیں ہے، آپ ﷺ نے ان کو منع کردیا، گویا یہ جملہ حضور ﷺ کے درد کا مظہر تھا، رونا رُلانا مقصود نہیں تھا۔

تاہم انصار و مہاجرین نے حضرت حمزہؓ کی مرثیہ میں لمبے لمبے قصیدے پڑھے ہیں، جن میں سے چند اشعار نقل کرتا ہوں، لیکن پہلے ہندہ کے دو شعر سنتے جائیں تاکہ نقشہ واضح طور پر سامنے آجائے، شعر کفار کے حق میں ہیں تاہم یہ یاد رکھیں کہ ہندہ یا ابوسفیان یا وحشی کے متعلق یہ اشعار ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کے ہیں بعد میں یہ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں، بہرحال ہندہ نے اس طرح خوشی کا اظہار کیا۔

نَحْنُ جَزَيْنَاكُمْ بِيَوْمِ بَدْرٍ
وَالْحَرْبُ بَعْدَ الْحَرْبِ ذَاتُ سَعْرٍ

ہم نے تم سے بدر کا بدلہ لے لیا اور پہلی جنگ کی نسبت دوسری جنگ سخت ہوتی ہے۔

شَفَيْتُ نَفْسِيْ وَ قَضَيْتُ نَذْرِيْ
أَزَاحَ وَحْشِيٌّ غَلِيْلَ صَدْرِيْ

میں نے اپنی نذر کو پورا کر کے دل کو ٹھنڈا کیا، اور وحشی نے میرے دل کی سوزش کو دور کر دیا۔

حضرت حسان بن ثابتؓ شاعر دربار نبوی ﷺ نے اس کا طویل جواب دیا ہے میں صرف چار اشعار نقل کرتا ہوں باقی اشعار میں بہت تختی ہے۔

أَشِرَتْ لَكَاعُ وَكَانَ عَادَتُهَا
لُؤْماً إِذَا كَانَ أَشِرَتْ مَعَ الْكُفْرِ

اس کمینی عورت نے تکبر کیا اور کفر کے ساتھ کمینگی اس کی پرانی عادت ہے۔

أَخْرَجْتِ مُرْقِصَةً إِلىٰ أُحُدٍ
فِي الْقَوْمِ مُقْتِبَةً عَلىٰ بَكْرٍ

کیا تو ناچتی ہوئی اونٹ کے پالان پر بیٹھ کر لوگوں کے سامنے احد کی طرف آئی؟

أَخْرَجْتِ ثَائِرَةً مُبَادِرَةً
بِأَبِيْكِ وَابْنِكِ يَوْمَ ذِيْ بَدْرٍ

تم تو بدر کے میدان میں بھی بدلہ لینے کے لئے اپنے باپ بیٹے کو لے کر دوڑ کر آئی تھی۔

فَرَجَعَتِ صَاغِرَةً بِلاَ تِرَةٍ
مِنَّا ظَفَرْتِ بِهَا وَلاَ نَصْرٍ

مگر وہاں سے بغیر بدلہ لئے ذلیل ہو کر بے نیل و مرام واپس لوٹ گئی۔

ہندہ کے جواب میں حضرت حسان بن ثابتؓ کے دوشعر یہ بھی ہیں۔

خَزِيَتِ فِيْ بَدْرٍ وَ بَعْدَ بَدْرٍ
يَا بِنْتَ وَقَّاعٍ عَظِيْمِ الْكُفْرِ

اے بڑے کافر فاسق کی بیٹی! تم تو بدر میں بھی رسواء ہو گئی اور بدر کے بعد بھی۔

بِكُلِّ قَطَّاعٍ حُسَّامٍ يَفْرِيْ
حَمْزَةُ لَيْثِيْ وَ عَلِيٌّ صَقْرِيْ

یہ رسوائی کاٹنے والی تلوار سے تھی یاد رکھو حمزہ میرا شیر اور علی میرا شاہین ہے۔

وَنَذْرُكِ السُّوْءَ فَشَرُّ نَذْرٍ

اور تیری جو نذر ہے وہ تو بدترین نذر ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا مرثیہ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت حسان کے بہت قصیدے ہیں لیکن میں تنگیٔ داماں کی وجہ سے چند اشعار نقل کروں گا۔

دَعْ عَنْكَ دَارًا عَفَارَ سُمُهَا
وَابْكِ عَلٰى حَمْزَةَ ذِی النَّائِلِ

اے حسان! ویران کھنڈرات کے تذکرے چھوڑ دو بلکہ عطایا کے مالک حمزہ پر رولو۔

اَللَّابِسِ الْخَيْلَ إِذَا احْجَمَتْ
كَاللَّيْثِ فِيْ غَابَاتِهِ الْبَاسِلِ

جب گھوڑے پیچھے ہٹ جائیں تو یہ میدان میں ایسا جما رہتا ہے جیسا جھاڑی کا بہادر شیر ہوتا ہے۔

أُبَيَضُ فِي الذُّرْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ

لَـمْ یَـمْـرِ دُوْنَ الْـحَـقِ بِـالْبَـاطِـلِ

بنو ہاشم کے چوٹی کے سردار ہیں جو کبھی حق کے علاوہ باطل پر لڑا ہی نہیں۔

مَـالَ شَهِیْـداً بَیْـنَ أَسْیَـافِـكُمْ

شَـلَّـتْ یَـدَا وَحْشِـیِّ مِـنْ قَـاتِـلِ

تمہاری تلواروں کے بیچ میں وہ شہید ہو گئے، اللہ تعالیٰ وحشی قاتل کے دونوں ہاتھ شل کر دے۔

أَظْـلَـمَـتِ الْأَرْضُ لِـفُـقْـدَانِـهِ

وَاسْـوَدُّ نُـوْرُ الْـقَـمَـرِ الـنَّـاصِـلِ

اس کی وفات پر دنیا تاریک ہو گئی او چودھویں کا چاند سیاہ تر ہو گیا۔

لاَ تَـفْـرَحِـیْ یَـا هِـنْدُ وَاسْتَحْلِبِیْ

دَمْـعًـا وَاذْرِیْ عِبْـرَةَ الثَّـاكِـلِ

اے ہندہ! تو خوشی مت مناؤ بلکہ مصیبت زدہ عورتوں کی طرح ہمیشہ آنسو بہاؤ۔

وَابْـکِ عَـلَـی عُتْبَةَ إِذْ قَـطَّـهُ

بِـالسَّیْفِ تَـحْـتَ الـرَهَـجِ الجَـائِلِ

اور اپنے باپ عتبہ پر رو لو جبکہ حمزہ نے اٹھنے والے گرد و غبار کے نیچے تلوار سے اس کے ٹکڑے کر دیئے۔ (دیوانِ حسان ص ۱۹۴)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا مرثیہ

بَـکَـتْ عَیْـنِـیْ وَ حُقَّ لَهَـا بُكَـاهَـا

وَمَـا یُغْنِـی الْبُـكَـاءُ وَلاَ الْـعَوِیْلُ

میری آنکھیں روئیں اور رونا ہی ان کا حق تھا، اگرچہ رونے اور چیخنے چلانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

عَـلَـی أَسَـدِ الْإِلَـهِ غَـدَاةَ قَـالُـوْا

أَحَـمْـزَةَ ذَاكُمُ الـرَّجُـلُ الْـقَتِیْـلُ

۔رونا اللہ تعالیٰ کے اس شیر پر تھا جب کہ لوگوں نے صبح کے وقت کہا ہائے وہ کامل مرد حمزہ شہید ہو گئے۔

أُصِيْبَ الْمُسْلِمُوْنَ بِهٖ جَمِيْعًا
هُنَاكَ وَقَدْ أُصِيْبَ بِهِ الرَّسُوْلُ

اس پر سب مسلمانوں کو درد پہنچا، اور خاص کر رسول اللہ ﷺ کو درد پہنچا۔

أَلَا يَا هَاشِمَ الْأَخْيَارِ صَبْرًا
فَكُلُّ فِعَالِكُمْ حَسَنٌ جَمِيْلُ

اے سب سے افضل بنو ہاشم! صبر کرو کیونکہ تمہارے تمام افعال اچھے اور قابلِ تقلید ہیں۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ مُصْطَبِرٌ كَرِيْمٌ
بِأَمْرِ اللّٰهِ يَنْطِقُ إِذْ يَقُوْلُ

رسولِ کریم ﷺ نہایت صابر ہیں اور جب بھی کوئی بات کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتے ہیں۔

أَلَا مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّيْ لُؤَيًّا
فَبَعْدَ الْيَوْمِ دَائِلَةٌ تَدُوْلُ

کون ہے جو میرا پیغام قریش تک پہنچائے کہ آج کے بعد اسی طرح تمہاری باری آنے والی ہے۔

(البدایہ والنھایہ، ج:۴،ص:۶۱)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا مرثیہ

وَلَقَدْ هُدِدْتُ لِفَقْدِ حَمْزَةَ هُدَّةً
ظَلَّتْ بَنَاتُ الْجَوْفِ مِنْهَا تَرْعَدُ

اے کعب تجھے تو حمزہ کی وفات کے وقت ایسا حادثہ پیش آیا، جس سے نیزے اور نیزہ بازی کانپ اٹھی۔

وَلَوْ أَنَّهُ فُجِعَتْ حِرَاءُ بِمِثْلِهٖ
لَرَأَيْتَ رَاسِيَ صَخْرِهَا يَتَبَدَّدُ

اگر اس جیسا حادثہ جبلِ حراء پر آجائے تو تم اس کی چوٹی کی چٹانوں کے پرخچے اڑتے ہوئے دیکھو گے۔

عَمُّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَّ صَفِيُّهٗ
وَرَدَ الْحِمَامَ فَطَابَ ذَاكَ الْمَوْرِدُ

وہ رسول کریم ﷺ کے چچا اور محبوب تھے جو موت وشہادت کے بہترین گھاٹ پر اتر آئے۔

وَأَتَـى الْـمَـنِيَّةَ مُـعْـلَـمًـافِيْ أُسْـرَةٍ
نَـصَـرُوا الـنَّبِـيَّ وَمِـنْهُمُ الْمُسْتَشْهِدُ

اس نے موت کو چکھ لیا اور وہ کنبے کا مشہور فرد تھا، اس کنبے نے نبی کریم ﷺ کی مدد کی اور انہیں میں سے شہداء ہیں۔

وَلَـقَـدْ إِخَـالُ بِـذَاكَ هِنْدًا بَشَّرَتْ
لِتُـمِيْـتَ دَاخِـلَ غُـصَّةٍ لَاتَبْـرَدُ

میرا خیال ہے کہ اس سے ہندہ خوشی منائے گی تا کہ وہ اپنے دل کی سوزش کو دور کرے لیکن وہ سوزش کبھی دور نہیں ہوگی۔

مِـمَّـا صَـبَـحْـنَـا بِـالْعَقَنْقَلِ قَوْمَهَا
يَـوْمًـا تَـغَيَّـبَ فِيْـهِ عَـنْهَـا الْأَسْعَدُ

کیونکہ ہم نے عقنقل ٹیلہ (بدر) کے پاس صبح کے وقت اس کی قوم کے ساتھ جو کچھ کیا اس سے ہندہ کی خوش بختی ختم ہوگئی۔

شَتَّـانَ مَـنْ هُـوَ فِـيْ جَهَـنَّمَ ثَـاوِيـاً
أَبَـدًاوَّمَـنْ هُـوَ فِـيْ الْـجِنَـانِ مُخَلَّدُ

بہت بڑا فرق ہے اس کے درمیان جو ہمیشہ کے لئے جہنم رسید ہوگیا اور وہ جو ہمیشہ کے لئے جنتوں میں پہنچ گیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت صفیہؓ کا مرثیہ

فَـقَـالَ الْـخَـبِـيْـرُ إِنَّ حَـمْـزَةَ قَدْ ثَوٰى
وَزِيْـرُ رَسُـوْلِ الـلّٰـهِ خَيْـرُ وَزِيْـرِ

بتانے والے نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے بہترین وزیر حمزہ شہید ہوگئے۔

دَعَـاهُ إِلٰـهُ الْـحَـقِّ ذُو الْعَرْشِ دَعْوَةً
إِلٰـى جَـنَّةٍ يَـحْيَـا بِهَـا، وَسُـرُوْرِ

عرش والے برحق معبود نے اس کو جنت اور خوشیوں کی طرف بلایا جس میں وہ زندہ ہیں۔

فَـذَالِکَ مَا کُنَّـا نُـرَجِّیْ وَنَرْتَجِیْ
لِـحَمْزَةَ یَـوْمَ الْـحَشْـرِ خَیْرَ مَصِیْرٖ

ہم حمزہؓ کے لئے محشر میں اسی بہترین ٹھکانے کی امید رکھتے ہیں۔

فَـوَاللّٰـهِ لَاأَنْسَـاکَ مَـاهَبَّتِ الصَّبَا
بُـکَـاءً وَحُـزْنًـا مَحْضَرِیْ وَمَسِیْرِیْ

قسم بخدا جب تک بادِ صبا چلتی رہے گی، میں سفر وحضر میں تجھے رونے اور غم میں نہیں بھول سکتی۔

عَـلٰـی أَسَـدِ اللّٰهِ الَّذِیْ کَانَ مِدْرَهًا
یَـذُوْدُ عَـنِ الْـإِسْلَامِ کُـلَّ کَـفُـوْرٖ

اللہ کے اس شیر پر روؤں گی جو بڑے سردار تھے، اور ہر کافر سے اسلام کی حفاظت کیا کرتے تھے۔

أَقُـوْلُ وَقَـدْ أَعْـلَـی الـنَّعِیُّ عَشِیْرَتِیْ
جَـزَی الـلّٰـهُ خَیْـرًا مِّـنْ أَخٍ وَنَصِیْرٖ

اس حال میں کہ میرے خاندان پر حمزہ کی موت کی خبر سوار ہے، میں کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے مددگار بھائی کو بہترین ثواب عطا کرے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جبلِ رماۃ کے دامن میں شہید ہو گئے تھے اور وہیں پر ابتداء میں ان کی قبر بنی تھی، چھیالیس سال بعد حضرت معاویہؓ کے زمانے میں آپؓ کی تازہ لاش میدانِ احد کے وسط میں لا کر دفنائی گئی جو آج تک موجود ہے اور مؤمن کی یہ مرقد اور شہید کی یہ خواب گاہ آج اسی جگہ پر ہر زیارت کرنے والے کو جرأت وشجاعت وشہادت کا یہ پیغام دیتی ہے۔

غم نیست گرز مہر تو دل پارہ پارہ شد
اے کاش ذرہ ذرہ شوم در ہوائے تو
من کیستم کہ بہر شما جاں فدا کنم
اے صد ہزار جانِ مقدس برائے تو

میخو اہم از خدا بدعا صد ہزار جان
تاصد ہزار بار بمیرم برائے تو

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضور اکرم ﷺ پر کفار کا یک بارگی حملہ ہو چکا تھا، جس کی وجہ سے ہر صحابہ اپنے اپنے طور پر دفاعی اور اقدامی دونوں طریقے سے لڑ رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے اقدامی حملے بھی بہت کیے اور دفاعی طور پر نہایت جرأت سے لڑ کر دادِ شجاعت اور ثوابِ جنت حاصل کیا، چنانچہ وہ اپنا ایک واقعہ خود اس طرح بیان فرماتے ہیں: مجھے خوب یاد ہے کہ میں میدانِ احد کی ایک جانب کفار کو دفع کر رہا تھا اور ابو دجانہؓ دوسری جانب کے ایک دستے سے برسرِ پیکار تھے، اور سعد بن ابی وقاصؓ ایک اور جماعت کو روک رہے تھے، میں نے ایک طاقتور مسلح دستے پر حملہ کیا جس میں عکرمہ بن ابی جہل بھی تھے میں ان کی جماعت میں اندر گھستا چلا گیا ان سب نے مجھ پر حملہ کیا، لیکن میں تلوار چلاتا ہوا دستے سے پار نکل گیا۔ پھر میں مڑ کر ان پر دوبارہ حملہ کر کے واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔ عکرمہ کی موت نہیں آئی تھی ورنہ میں نے ٹھیک ٹھیک بھرپور حملے کیے۔

حضرت علیؓ اپنا ایک اور واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ جب احد کا دن آیا، اور مسلمانوں کو ایک قسم کی شکست ہوگئی، تو امیہ بن حذیفہ بہادر کافر اسلحہ میں غرق مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر للکارنے لگا "آج کا دن بدر کے انتقام کا دن ہے"

اسلحہ میں صرف اسکی آنکھیں نظر آ رہی تھیں جو بھی مسلمان اس کی طرف آتا تھا وہ اُسے قتل کر دیتا تھا، میں نے تاک لگا کر اس کے سر پر تلوار ماردی، لیکن خود کی وجہ سے تلوار اُچٹ گئی اور وہ مجھے تلوار سے مارنے لگا، میں چھوٹے قد کا آدمی تھا، تاہم ڈھال سے اس کی تلوار روک رہا تھا، حتی کہ اس کی پنڈلی پر میں نے تلوار چلائی جو زرہ سے باہر ہوگئی تھی۔ چنانچہ میں نے اس کی دونوں پنڈلیاں کاٹ ڈالیں، وہ زمین پر گر پڑا لیکن گھٹنوں کے بل بیٹھ کر مجھ پر تیر چلانا شروع کر دیئے، میں نے اس کی بغل میں ایک معمولی جگہ زرہ سے خالی دیکھ لی تو اسی میں تلوار گھسا کر اس کو زمین پر پچھاڑا، اور وہ مر گیا۔

اہلِ تاریخ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے احد کے دن فرمایا کہ کسی کو ذکوان بن قیسؓ کے متعلق

معلوم ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک شہسوار کو دیکھا جو ذکوان کے پیچھے گھوڑا سر پٹ دوڑا رہا تھا، جب اس کے بالکل قریب ہوا تو کہنے لگا: اگر آج تو بچ گیا تو میری زندگی میں کوئی مزہ نہیں ہوگا، یہ کہہ کر اس نے ذکوان پر حملہ کر دیا، ذکوان پیدل تھا اور کافر سوار تھا، چنانچہ اس نے ذکوان کو مارا اور پھر کہا ''یہ وار لو اور میں ابنِ علاج ہوں'' ذکوان جب شہید ہوا تو میں نے جھپٹ کر اس پر حملہ کر دیا، وہ گھوڑے پر سوار تھا، میں نے اس کی پنڈلی کاٹ دی اور وہ گھوڑے سے نیچے گرا پھر میں نے جا کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ جب میں نے دیکھا تو وہ ابنِ اخنس بن شریق تھا۔ سچ ہے۔

خَلَقَ اللّٰهُ لِلْحُرُوْبِ رِجَالاً
وَرِجَالاً لِقَصْعَةٍ وَّ ثَرِيْدِ

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جہاد میں لڑنے کیلئے پیدا فرمایا اور بعض کو ثرید اور قورمے کھانے کے لئے۔

یہ بھی سچ ہے۔

مؤمن ہیں بہادر ہیں مجاہد ہیں نڈر ہیں
اسلام کی عظمت کے لئے سینہ سپر ہیں

غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت حنظلہؓ شان والے رسول ﷺ کے صحابی تھے، اور ان کا باپ ابو عامر راہب تھا جو بوجۂ حسد مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا گیا تھا اور جس کو حضور اکرم ﷺ نے فاسق کا لقب دیا، آج یہ دونوں باپ بیٹا میدانِ احد میں تھے، لیکن بیٹا اسلام کا سپاہی اور باپ کفر کا حامی تھا، اس نوجوان حنظلہ کی شادی ہوگئی تھی، اور اسی وقت جنگِ احد کا اعلانِ عام ہوگیا، حضرت حنظلہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے اجازت لی تھی کہ آج رات گھر میں گذاروں اور کل عین لڑائی کے دن احد میں پہنچ جاؤں گا، اس کی بیوی جمیلہ جو عبداللہ بن ابی ابن سلول کی بیٹی یا بہن تھی، اس نے خواب دیکھا تھا جس سے اس کو اندازہ ہوگیا تھا کہ حنظلہ شہید ہونے والے ہیں۔ چنانچہ جلدی سے نکلنے کی وجہ سے حنظلہ غسلِ جنابت بھی نہ کر سکے اور احد کے دن حضور اکرم ﷺ کے پاس میدانِ احد میں اس وقت پہنچے کہ آپ ﷺ صفوں کو درست

فرما رہے تھے، جس وقت میدان میں سخت مقابلہ شروع ہو گیا تو حضرت حنظلہ نے کفار کے سردار ابو سفیان پر حملہ کر دیا اور اس کے گھوڑے کو زخمی کر کے ابوسفیان کو نیچے گرایا، ابوسفیان زور سے چیخنے لگا ''اے قریش میں ابوسفیان ہوں اور حنظلہ مجھے ذبح کر رہا ہے، اس آواز سے لشکرِ قریش سے ایک شخص مدد کے لئے پہنچ گیا، لیکن حضرت حنظلہ نے اس کو قتل کر دیا، اب ابوسفیان بھاگ رہا تھا اور حنظلہ اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے کہ شداد بن اسود مشرک نے آپؓ پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ حضرت حنظلہ کے باپ ابو عامر فاسق کا جب بیٹے کی لاش پر گذر ہوا جو حضرتِ حمزہ اور عبداللہ بن جحشؓ کی لاشوں کے درمیان پڑی تھی تو باپ نے اسے لات مار کر کہا: میں تجھے اس شخص (محمد ﷺ) کی اتباع سے بہت پہلے ڈرایا کرتا تھا لیکن تو نہ مانا، قسم بخدا تمہارے اخلاق اچھے تھے، تم والد کے فرمان بردار تھے، تم جن سرداروں کے درمیان پڑے ہو انہی کے برابر اور مساوی ہو، اگر اللہ نے حمزہ وغیرہ مقتولین کو اچھا بدلہ دیا تو اللہ تعالیٰ تجھے بھی اچھا بدلہ دے گا، پھر باپ نے قریش میں اعلان کیا کہ میرے بیٹے حنظلہ کا مثلہ نہ کیا جائے، چنانچہ آپؓ کا مثلہ نہیں ہوا۔

تدفین شہداء کے وقت فرشتوں نے اسے غسل دے کر واپس کیا، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ وہ گھر سے جلدی میں جنابت کی حالت میں نکلے تھے، اس لئے فرشتوں نے انہیں غسل دیا، اور اسی وجہ سے ان کو غسیل الملائکہ کہتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانثاری

اُحد کے دن صدیقِ اکبرؓ ہر حال میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہے، چنانچہ ایک موقع پر میدانِ کارزار میں حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن بن ابی بکر نمودار ہوئے یہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، بڑے بہادر تھے اور اسلحہ میں غرق تھے، اس نے آکر میدان میں کھڑے ہو کر کہا: ''ھل من مبارز'' کیا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی نکلنے والا ہے؟ میں ابوبکر کا بیٹا ہوں۔

صدیقِ اکبرؓ نے اپنی تلوار سونت لی اور حضور ﷺ سے بیٹے کے مقابلے پر جانے کی اجازت مانگی، تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر اپنی تلوار کو نیام میں رکھو اور اپنی جگہ واپس چلے جاؤ، اور ہمیں اپنی زندگی سے لطف اٹھانے دو۔

شہزادہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

مکہ میں یہ نوجوان ایک متمول گھرانے کے محبوب ترین فرد تھے، نہایت خوبصورت لباس پہنتے تھے، اور بہت زیادہ وسعت وعشرت میں رہتے تھے، لیکن جب مسلمان ہوئے تو سب دولت چھوڑ کر حضور اکرم ﷺ کے حلقۂ اثر میں بیٹھ گئے، جنگِ بدر میں خوب دادِ شجاعت حاصل کی، اور احد کے میدان میں غضب ناک شیر کی طرح گرجتے ہوئے حضور ﷺ کے دفاع میں بار بار کفار پر حملے کرتے رہے۔

آپؓ کے ہاتھ میں عموماً مہاجرین کا جھنڈا ہوتا تھا، احد کے دن بھی ایسا ہی تھا کہ آپؓ جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے، اور حضور اکرم ﷺ کا نہایت پامردی سے دفاع کر رہے تھے کہ اچانک ابن قمیۂ جو عرب کا پہلوان تھا نمودار ہوا، اور آپؓ پر حضور اکرم ﷺ کے بالکل سامنے حملہ کیا اور کہا یہ لو میں ابن قمیۂ ہوں۔

معرکۂ احد کے اس منظر کو حضرت خباب بن ارتؓ اس طرح پیش فرماتے ہیں:

''ہم نے مکہ مکرمہ سے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اللہ کی رضا کیلئے ہجرت کی، تو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہجرت قبول کی، اور اجر وثواب کا وعدہ فرمایا،، پس ہم میں سے بعض تو ایسے چلے گئے کہ دنیا میں انہوں نے اپنے اجر وثواب کے بدلے کچھ بھی نہ کھایا، انہی میں سے مصعب بن عمیر بھی تھے، جب وہ احد کے دن شہید ہوئے تو بطور کفن ان کے جسم پر سوائے ایک چادر کے اور کچھ نہ تھا، جب ہم چادر کو مصعب کے سر پر ڈالتے تھے تو پیر کھلے رہ جاتے تھے اور اگر پیروں پر رکھتے تو سر کا حصہ کھلا رہ جاتا، تب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ چادر سر کے حصے پر ڈال دو اور پیروں پر ''اذخر'' گھاس رکھدو۔

محمد بن شرحبیل اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب جنگ احد کا دن آیا تو لشکرِ اسلام کے علمبردار مصعب بن عمیر تھے، جب عارضی شکست کے وقت مسلمان تتر بتر ہو گئے تو مصعب بن عمیرؓ حضور اکرم ﷺ کے دفاع میں ثابت قدم کھڑے تھے، کہ اتنے میں ابن قمیۂ کا فر نمودار ہوا، اس نے مصعب کے داہنے ہاتھ کو تلوار سے مار کر کاٹ دیا، تو مصعب نے فرمایا:

''وما محمد إلا رسول'' یعنی محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہی ہیں یہ کہہ کر آپؓ نے جنگی جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا، ابن قمیۂ نے پھر حملہ کیا اور آپؓ کے بائیں ہاتھ کو کاٹ کر رکھدیا تو آپؓ نے پھر پڑھا **''وما محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل''** اب آپؓ نے

اسلامی جھنڈا دونوں بازوؤں اور سینہ سے تھام لیا تو ابن قمیہ ملعون نے تیسرا حملہ کر کے آپ کے سینہ میں نیزہ مار، اس سے آپؓ زمین پر گر پڑے اور حضور اکرم ﷺ کے سامنے شہید ہوئے۔

حضور اکرم ﷺ نے جنگی جھنڈا حضرت علیؓ کو عطا کیا، اور ابن قمیہ ملعون کو یہ بددعا دی: "اقمـاک اللـہ" یعنی اللہ تجھے ہلاک کر دے، چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور کچھ دنوں بعد ابن قمیہ کو ایک پہاڑی بکرے نے سینگوں سے مار مار کر ہلاک کر دیا۔ الحمد للہ

جب حضور ﷺ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی لاش کے پاس کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے اس طرح درد بھرے جملے ارشاد فرمائے: میں نے مکہ مکرمہ میں تجھے اس وقت دیکھا تھا جبکہ پورے مکہ میں تجھ سے زیادہ قیمتی لباس اور خوبصورت زلفوں والا کوئی نہیں تھا۔ لیکن آج دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے جسم پر ایک چدری ہے، اور بال غبار آلود ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم سب شہید ہو، پھر آپ ﷺ نے یہ پڑھا: "من الـمؤمنین رجالٌ صدقوا ماعاهدوا الله علیه......الخ" یعنی ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ انہوں نے سچ کر دکھلایا، جس بات کا عہد کیا تھا اللہ سے، پھر کوئی تو ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ، اور کوئی ہے ان میں راہ دیکھ رہا ہے اور بدلا نہیں ایک ذرہ۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت تک جو لوگ ان شہداء کو سلام کریں گے تو یہ ان کو سلام کا جواب دیں گے۔ اس طرح یہ شہزادہ اپنے عنفوانِ جوانی میں تمام مسلمانوں کو داغِ مفارقت دے گیا، اور آج بھی ان کی قبر احد کے دامن کھلے میدان میں حضرت حمزہؓ کے پہلو میں ہر زیارت کرنے والے کو یہ پیغام دیتی ہے:

ہم نے ان کے سامنے اول تو جذبہ رکھ دیا
پھر کلیجہ رکھ دیا، دل رکھ دیا، سر رکھ دیا

لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل
شہید ناز کی تربت کہاں ہے

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی جانثاری

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے غلبۂ شوقِ شہادت میں جاتے وقت اس طرح قسم اٹھائی تھی اور کہا تھا کہ

اے اللہ کبھی وہ دن بھی آئے گا کہ میں کسی زبردست کافر سے لڑوں گا، پھر وہ مجھے شہید کر کے بدن کے سارے کپڑے اتار دے، میرا پیٹ چاک کرے، کان اور ناک کاٹ ڈالے، پھر قیامت میں تو مجھ سے سوال کرے کہ یہ کیوں ہوا؟ تو میں جواب دوں گا کہ یہ سب کچھ تیری خاطر اور تیرے راستے میں ہوا۔

چنانچہ آج اس مردِ مجاہد کی یہ تمنا پوری ہوگئی، کیونکہ جب آپؓ میدانِ احد میں شہید ہوئے تو کفار قریش نے آپؓ کا مکمل مثلہ کیا، جس کی وجہ سے آپؓ پہچانے نہیں جا سکتے تھے، اہل تاریخ اور روایاتِ حدیث نے آپ کی شہادت کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے:

اُحد کے دن جب آپ میدانِ جنگ میں اترنے لگے تو حضرت سعدؓ اور آپؓ نے مل کر دعا مانگی اور ہر ایک نے دوسرے کے لئے آمین کہا، حضرت سعدؓ کی دعا اس طرح تھی کہ اے اللہ میں چاہتا ہوں کہ کل جب لڑائی ہو تو میں تیرے راستے میں ایک زبردست شہسوار کافر سے دو دو ہاتھ لڑوں پھر اُسے قتل کر دوں، اور اس کے ساز و سامانِ جنگ بطورِ غنیمت لے لوں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، پھر عبداللہ بن جحشؓ نے دعا مانگی کہ اے اللہ میں چاہتا ہوں کہ ایک شہسوار سے مقابلہ ہو اور وہ مجھے شہید کر دے اور پھر وہ میرا پیٹ چاک کرے، اور ناک کاٹ ڈالے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن جحشؓ کی دعا میری دعا سے اچھی تھی۔ (بہر حال یہ اپنا اپنا رنگ ہے)

دورانِ جنگ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی تلوار جب ٹوٹ گئی تو حضور اکرم ﷺ نے آپ کو ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی جو فوراً تلوار میں تبدیل ہوگئی، اور پھر وفات کے بعد تک باقی رہی۔

آپؓ کی بہن حمنہؓ جب لاش کے قریب پہنچیں تو پہلے حضور ﷺ نے منع فرمایا کہ وہ اس منظر کو برداشت نہ کر سکیں گی، تاہم پھر اجازت کے بعد وہ لاش پر آئیں، حضور ﷺ نے فرمایا صبر کیجئے، آپؓ نے فرمایا کس کے بارے میں؟ حضور ﷺ نے فرمایا بھائی کے متعلق، آپؓ نے **إنا لله و إنا إليه راجعون** پڑھ کر دعاءِ مغفرت کی اور فرمایا ان کے لئے شہادت و جنت مبارک ہو۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا صبر کیجئے، حضرت حمنہؓ نے فرمایا کس پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ماموں حمزہ پر، آپؓ نے إنا للہ پڑھا اور فرمایا کہ ان کے لئے جنت و شہادت مبارک ہو۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حمنہ صبر اختیار کرو آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کس وجہ سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے شوہر مصعب بن عمیر کی وجہ سے، یہ سن کر حمنہ تلملا اٹھیں اور کہا، ہائے میرا غم، ہائے میرا غم، ہائے میرا نقصان، ہائے میرا نقصان۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً میاں بیوی کا تعلق ایک ممتاز تعلق ہوا کرتا ہے۔

بہر حال لشکرِ اسلام کا یہ سپاہی شہید ہو کر آج بھی حضرت حمزہؓ کے پہلو میں اُحد کے کھلے میدان میں ہر دیکھنے والے کو یہ سبق دے رہا ہے۔

زندگی کیفی اسی حسنِ عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

میدانِ اُحد میں صرف حضرت حمزہؓ اور مصعب بن عمیرؓ اور عبداللہ بن جحشؓ کی قبریں آج تک منظرِ عام پر نظر آرہی ہیں جو ایک دوسرے کے پہلو در پہلو واقع ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی جرأت وشجاعت

حضرت انسؓ بن نضر مشہور صحابی ہیں اور مشہور حضرت انسؓ کے چچا ہیں، ان کو جنگِ بدر میں شریک نہ ہونے پر بڑا صدمہ تھا، ایک مرتبہ اس کا اظہار حضور اکرم ﷺ کے سامنے اس طرح کیا: یارسول اللہ! افسوس کہ میں مشرکین کے ساتھ اسلام کی پہلی جنگ میں شریک نہ ہوسکا، اگر آئندہ میرے رب نے مجھے کسی جہاد میں شریک ہونے کی توفیق دی تو میرا رب دیکھ لے گا کہ میں اللہ کی راہ میں کیسا جہاد اور کیسی جانبازی دکھلاتا ہوں۔

جب عارضی شکست کے وقت افراتفری پھیل گئی تو اس وقت حضرت انس بن نضرؓ کا گذر چند صحابہ پر ہوا جو ہمت ہارے بیٹھے تھے، حضرت انس بن نضرؓ نے فرمایا کہ تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ صحابہ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ شہید کر دیئے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تمہیں زندگی کی کیا ضرورت ہے اور ایسی زندگی سے کرو گے کیا؟ اُٹھو اور اسی چیز پر جان دے دو جس پر حضور اکرم ﷺ نے جان دے دی، یہ کہہ کر آپؓ تلوار لہرا کر میدان میں کود پڑے، سامنے حضرت سعدؓ آئے تو آپؓ نے فرمایا: **أين يا سعد إني أجد ريح الجنة دون أحدٍ.** اے سعد کہاں جا رہے ہو مجھے تو اُحد

کی طرف سے جنت کی خوشبو آرہی ہے، پھر آپؓ لشکرِ کفار میں گھستے چلے گئے، اور چاروں طرف سے کفار کے نرغے میں آگئے اور آپؓ شہید ہو گئے، آپؓ کے جسم پر تیر و تلوار اور نیزہ کے اسی (۸۰) زخم تھے، بہن نے مشکل سے انگلیوں سے پہچانا۔ اسی جرأت مندانہ اقدام سے دیگر صحابہ بھی میدان جہاد میں کود پڑے اور پھر خوب لڑے کسی نے سچ کہا۔

بیٹھے ہو کیا اُٹھو اُٹھو اب ہاتھ میں تلوار لو
راہِ خدا میں جان دو حوریں ہیں انتظار میں

حضرت اُصیرِم رضی اللہ عنہ کا اسلام اور شہادت

اُصیرم کا اصل نام عمرو بن ثابتؓ تھا، مگر اُصیرم کے نام سے مشہور تھے حضرت اصیرم ہمیشہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے رہے، لیکن احد کے دن اسلام قبول کر لیا، اور میدانِ اُحد میں جا کر لڑنے لگے، اور پھر شدید زخمی ہو گئے، لوگوں کو تعجب ہوا کہ اصیرم جو اسلام کا سخت مخالف تھا، آج کیونکر اسلام کی حمایت کے لئے لڑا، جب آپ سے سوال ہوا کہ اصیرم کیا قومی غیرت و حمیت کی بنیاد پر لڑے یا اسلام پر لڑے؟ تو اصیرم نے جواب دیا کہ میں اسلام کے لئے لڑا ہوں اور اسی جہاد کے راستے میں مجھے زخم آئے ہیں یہ کہہ کر آپؓ شہید ہو گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اِنَّهٗ لَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ" یہ شخص یقیناً جنتی ہے۔

فائدہ: اس شخص نے اسلام قبول کیا اور کسی سے ملاقات کیے بغیر میدانِ جنگ میں پہنچ کر جہاد کرنا شروع کر دیا نہ نماز، نہ روزہ، نہ زکوٰۃ اور نہ حج ایک دم جنت میں پہنچ گیا۔

روایات میں تصریح اب تک نہیں ملی کہ اس شخص نے حضور اکرم ﷺ سے حالتِ اسلام میں ملاقات اور گفتگو بھی کی ہے یا نہیں، بس اسلام اور پھر جہاد اور پھر حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق سیدھا جنت۔ اس واقعے سے ان حضرات کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو جہاد کے لئے خود ساختہ شرائط عائد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے ایمان بناؤ اور پھر جہاد کرو، اور پھر جب ان سے سوال ہوتا ہے کہ کیا آپ لوگوں کا ایمان اب تک نہیں بنا؟ تو کہتے ہیں کہ اب تک بیس، پچیس یا ساٹھ آدمیوں کا ایمان مشکل سے بنا ہے اس لئے جہاد نہیں۔

میں پوچھتا ہوں کہ ایمان بننے کا معیار آخر کیا ہے کہ اس کے بعد ہم فیصلہ کر سکیں کہ اب ایمان بن گیا، ایمان تولنے کا وہ کونسا تھرمامیٹر ہے؟ میں پھر پوچھتا ہوں کہ ایک محکم فریضہ کو حقیر سمجھ کر ان کے قریب نہ جانے سے ایمان بنے گا یا گھٹے گا۔

میں پھر پوچھتا ہوں کہ کیا کسی عبادت کے کرنے سے ایمان بنتا ہے یا چھوڑنے سے ایمان بنتا ہے؟ اگر کرنے سے بنتا ہے تو یقیناً حکم پر عمل کرنے ہی سے ایمان بنتا ہے تو پھر جہاد کرنے سے ایمان بنے گا یا چھوڑنے سے؟

مجھے اُصیرمؓ کے بارے میں یہ بتلا دو جو چند گھنٹے پہلے اسلام کا سخت دشمن تھا اور چند گھنٹے بعد جنت کا مہمان بنا، اس نے ایمان بنانے پر کتنا عرصہ لگایا؟ اگر مکہ میں تیرہ سال ایمان بنانے پر حضور اکرم ﷺ نے صرف کیے تھے تو مدینہ میں یہ تیرہ سالہ نصاب کہاں سے آئے گا، وہاں تو حضور اکرم ﷺ کی پوری زندگی دس سالہ تھی، کیا حضور اکرم ﷺ کی تربیت کے لئے تیرہ سالہ نصاب مقرر کرنا حضور اکرم ﷺ کی بے ادبی نہیں؟

اہلِ بدعت حضرات کہتے ہیں کہ جہاد اچھی چیز ہے، لیکن پہلے دل میں عشقِ مصطفیٰ ہونا چاہیئے، اور یہ دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ جہاد تب ہوگا کہ پہلے ایمان بن جائے، لہٰذا جہاد سے پہلے ایمان بناؤ۔

میں کہتا ہوں کہ میدانِ اُحد کو دیکھو یہ جہاد ہی تو عشقِ مصطفیٰ ﷺ ہے، اور اسی جہاد ہی سے تو ایمان بنتا ہے۔

دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانثاری

اُحد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانثاری کے واقعات اس سے بھی زیادہ تفصیلی ہیں، اب میں مختصراً چند دیگر شہداء کا تذکرہ کرتا ہوں۔

① حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے بھی میدانِ احد میں ایمانی غیرت وحمیت اور شجاعت و بسالت کے بڑے جوہر دکھائے اور زخمی ہو کر گر پڑے۔ حضور اکرم ﷺ نے زید بن ثابت کو بھیجا کہ جا کر سعد بن ربیع کو تلاش کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اِنْ رَأَیْتَهُ فَاقْرَأْهُ مِنِّی السَّلَامَ وَقُلْ لَهُ یَقُوْلُ لَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ کَیْفَ تَجِدُکَ؟ یعنی اگر ان کو دیکھ پاؤ تو ان کو میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ حضور اکرم ﷺ دریافت فرماتے ہیں کہ تم اس وقت اپنے آپ کو کیسے پاتے ہو؟

حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں ان کے پاس اس وقت پہنچا جب ان کی زندگی کے آخری لمحے باقی تھے، آپؓ کے جسم پر ستر زخم تیر وتلوار اور نیزہ کے تھے، میں نے حضور اکرم ﷺ کا پیغام پہنچایا تو سعد بن ربیع نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ پر سلام، اور پھر تم پر بھی سلام، حضور ﷺ کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ اللہ کے رسول میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں، پھر میری قوم انصار کو یہ پیغام دیدینا، کہ جب تک تمہاری جان میں جان ہو تو حضور اکرم ﷺ تک کوئی دشمن نہ پہنچنے پائے، ورنہ خدا کے ہاں کوئی عذر نہیں چلے گا، یہ کہہ کر آپؓ شہید ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے جب سعدؓ کا پیغام سنا تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر اس طرح دعا مانگی، اے اللہ سعد بن ربیع سے راضی ہو جا۔

(۴) میدانِ احد میں عمرو بن الجموحؓ بھی شہید ہوئے ان کا عجیب واقعہ ہے۔ ان کے پاؤں میں لنگ تھا یہ لنگڑا پن بہت شدید تھا، ان کے چار بیٹے تھے جو ہمیشہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ جنگِ احد میں باپ نے بیٹوں سے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں، تو بیٹوں نے منع کیا کہ آپ معذور ہیں، آپ پر جہاد فرض نہیں ہے یہ قضیہ اتنا بڑھ گیا کہ فیصلہ کے لئے حضور اکرم ﷺ کے پاس جانا پڑا۔ حضور اکرم ﷺ نے عمرو بن الجموح سے فرمایا کہ آپ معذور ہیں آپ پر جہاد فرض نہیں ہے، عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ نے شوقِ شہادت میں فرمایا: "**واللہ إنی لأرجو أن أطاء بعرجتی ھٰذہ المجنۃ**" خدا کی قسم میں امید کامل رکھتا ہوں کہ میں اسی لنگ کے ساتھ لنگڑاتا ہوا جنت کی زمین روندتا ہوا جنت پہنچوں، حضور اکرم ﷺ نے بیٹوں سے فرمایا کہ ان کو مت روکو، کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو شہادت نصیب فرمائے۔

چنانچہ حضرت عمرو بن الجموحؓ میدانِ احد میں اگلے مورچے میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ گھر سے جاتے وقت آپؓ نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! مجھے میرے گھر واپس نہ لوٹانا، بلکہ مجھے شہادت عطا کرنا۔ ابوطلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عمرو بن جموح کو کفار کے سامنے لنگڑاتا ہوا لڑتا ہوا دیکھا، اور وہ فرمار ہے تھے کہ خدا کی قسم میں جنت کا مشتاق ہوں، پھر میں نے دیکھا کہ ان کا ایک بیٹا بھی پیچھے سے کفار پر حملہ آور ہوا پھر وہ دونوں شہید ہو گئے۔

حضرت عمر بن جموحؓ کی بیوی نے آکر اپنے شوہر، اپنے ایک بیٹے اور ایک بھائی، تینوں شہداء کو

اونٹ پر لاد کر مدینہ روانہ کر دیا، لیکن جب وہ مدینہ کے قریب پہنچ گئی تو اونٹ آگے مدینہ کی طرف نہیں جا رہا تھا اور ایک جگہ رک گیا یہ عمرو بن جموح ﷺ کی دعا کا اثر تھا جب اونٹ کو واپس اُحد کی طرف چلایا تو وہ دوڑنے لگا، جب حضور ﷺ کو اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمرو بن جموحؓ کی دعا کا اثر ہے وہ واپس نہیں لوٹ سکتا۔

(۳) حضرت قتادۃ بن نعمانؓ میدانِ احد میں کفار کے حملے کے وقت حضور اکرم ﷺ کے دفاع میں کھڑے ہو گئے اور اپنا چہرہ بطور ڈھال کفار کی طرف کر دیا، تیروں کی بارش ہو رہی تھی کہ ایک تیر آکر قتادہؓ کی آنکھ میں لگ گیا، اور آنکھ کا ڈھیلا نیچے گرا، حضرت قتادہؓ خود اپنا قصہ سناتے ہیں کہ میں وہ ڈھیلا ہاتھ میں لے کر حضور اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہوا، حضور ﷺ نے دیکھا تو آبدیدہ ہو گئے، اور پھر فرمایا کہ اگر صبر کر لو گے تو تیرے لئے جنت ہے، اور اگر چاہتے ہو کہ میں دعا کروں تو میں دعا کر دوں گا۔ قتادہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ میری ایک پسندیدہ بیوی ہے مجھے خدشہ ہے کہ آنکھ کی وجہ سے کچھ نفرت نہ پیدا ہو جائے، تب آپ ﷺ نے اس طرح دعا فرمائی: اے اللہ جس طرح قتادہؓ نے تیرے نبی کے چہرے کی حفاظت کی اسی طرح تو اس کے چہرے کو محفوظ فرما، اور اس آنکھ کو دوسری سے خوبصورت اور تیز نظر بنا، یہ دعا مانگ کر آپ ﷺ نے آنکھ درست جگہ پر رکھ لی، تو آنکھ ایسی صحیح ہوئی کہ نہ کبھی دکھی اور نہ کمزور ہوئی۔

(۴) وہب بن قابوس مزنیؓ ایک صحابی تھے وہ اور ان کا چچا زاد بھائی حارث دونوں قبیلہ مُزینہ کے پہاڑ کے پاس بکریاں چرا رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ مدینہ منورہ مسلمانوں سے خالی پڑا ہے تو انہوں نے سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ مع اصحاب اُحد کے میدانِ کارزار میں نکلے ہوئے ہیں تو ان دونوں نے کہا کہ ہمیں زندگی سے کیا سروکار ہے۔

چنانچہ یہ دونوں فوراً میدانِ اُحد میں پہنچ گئے، صحابہ کو فتح حاصل ہو گئی تھی اور مالِ غنیمت اکٹھا کیا جا رہا تھا یہ دونوں بھائی بھی شامل ہو گئے، اتنے میں پیچھے سے خالد بن ولید اور عکرمہ کے دستوں نے شدید حملہ کیا، یہ دونوں بھائی بھی نہایت بہادری سے لڑنے لگے، اچانک کفار کے ایک دستے نے حضور ﷺ پر حملہ کیا، تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس جماعت کو کون بھگائے گا؟ تو وہب بن قابوسؓ نے فرمایا:

یا رسول اللہ ﷺ! میں تیار ہوں چنانچہ آپؓ کھڑے ہو گئے اور تیر چلاتے چلاتے اس دستہ کو مار بھگایا، اتنے میں دوسرا دستہ حضور ﷺ پر حملہ آور ہوا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس جماعت کو کون دور کرے گا، تو وہبؓ نے فرمایا کہ میں تیار ہوں، یا رسول اللہ! چنانچہ اس دفعہ آپؓ نے تلوار چلانا شروع کیا یہاں تک کہ یہ کفار بھی بھاگ گئے، لیکن اسی وقت ایک تیسرا دستہ کفار کا نمودار ہوا، تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے لئے کون تیار ہے تو وہب نے فرمایا کہ میں تیار ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا جایئے آپ کو جنت مبارک ہو، یہ سن کر وہ خوشی سے بے قابو ہو گئے اور کفار کے جمگھٹے میں گھستے چلے گئے، یہاں تک کہ دوسری طرف تک جا پہنچے۔ حضور اکرم ﷺ اور لشکرِ اسلام ان کا نظارہ کر رہے تھے اور حضور اکرم ﷺ فرما رہے تھے کہ ''مولا اس پر رحم فرما''

چنانچہ وہ بار بار کفار کے بیچ میں چکر لگاتے رہے اور تلوار چلاتے رہے، حتیٰ کہ کفار نے آپ ﷺ کو گھیرے میں لے لیا اور شہید کر دیا آپ کے جسم پر بیس گہرے زخم آئے تھے، پھر اسی طرح لڑائی اور اسی طرح بہادری ان کے بھائی نے بھی دکھائی اور شہید ہو گئے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ اے اللہ میں تجھ سے اسی طرح کی شہادت مانگتا ہوں۔ سچ ہے ؎

ہم نے ان کے سامنے اول تو جذبہ رکھ دیا
پھر کلیجہ رکھ دیا، دل رکھ دیا، سر رکھ دیا

⑤ حضرت رُشیدؓ ایک صحابی تھے ان کا مقابلہ اُحد کے دن عُویم کے بیٹے سے ہوا وہ مسلمانوں کو للکار رہا تھا کہ اتنے میں اس کے مقابلے پر ایک اور صحابی آئے لیکن عُویم کے بیٹے مشرک نے اس پر حملہ کر کے اسے دو ٹکڑے کر دیا، اتنے میں حضرت رُشیدؓ نے اس کافر کی گردن میں ایسی تلوار ماری کہ جسم دو ٹکڑے ہو گیا تو رُشیدؓ نے فرمایا یہ وار لو میں ایک فارسی نوجوان ہوں، حضور اکرم ﷺ اس کی گفتگو سن رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں نہیں کہا کہ میں ایک انصاری نوجوان ہوں یہ بات ہو رہی تھی کہ عویم کا دوسرا بیٹا یعنی مقتول کا بھائی کتے کی طرح دوڑتا ہوا آیا اور مقابل کو للکارا، حضرت رُشیدؓ نے آگے بڑھ اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ کافر کے دو ٹکڑے ہو گئے تو رُشیدؓ نے کہا یہ لو میں ایک انصاری نوجوان ہوں، اس پر حضور اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ تو نے بہت اچھا

کارنامہ انجام دیا۔ سچ ہے۔

زندگی کیفی اسی حسنِ عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

ان جانثاروں اور بہادروں اور دینِ اسلام پر مر مٹنے والے شاہینوں کے علاوہ بھی بہت جانبازانِ اسلام ہیں جنہوں نے میدانِ اُحد میں تن مَن دَھن کی بازی لگائی اور گلشنِ اسلام کی آبیاری اپنے مقدس خون سے کی، ان سب کا تذکرہ کرنا دشوار ہے۔

بس ان واقعات کو اس طرح سمجھ لو کہ یہ سمندر اور قطرے کی نسبت ہے اور یہ صرف مشتے از نمونہ خروارے ہے یعنی ایک جھلکی ہے۔

اسلام کی بہادر مائیں میدانِ اُحد میں

جنگ کا چھٹا مرحلہ

اگر چہ صنفِ نازک کے لئے میدانِ کارزار میں مردوں کے دوش بدوش دشمن سے مقابلہ کرنا فرض نہیں اور شرعاً وہ اس فریضہ سے مستثنیٰ ہیں، لیکن ضرورت پڑنے پر عورتوں کے لئے اپنی اور اپنے اعزّہ کے جان و ناموس بچانے کے لئے مدافعت کرنا بعض اوقات ضروری ہو جاتا ہے۔

جب دشمن اسلامی علاقے اور شہر میں گھس آئے تو مدافعت فرض ہو جاتی ہے، اس وقت عورت کے لئے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر لڑنا فرض ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فقہ حنفیہ کی کتابوں میں یہ عبارت موجود ہے "وَفرضٌ عَیْنٌ اِنْ هَجَمُوْا فَتَخْرُجُ الْمَرْاَۃُ وَالْعَبْدُ بِلاَ اِذْنٍ"

(شرح وقایہ کتاب الجہاد، ص:۲۹۵)

ترجمہ: جب دشمن کسی علاقے میں گھس آئے تو اس صورت میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے، پس عورت اور اسی طرح غلام بغیر اجازت لڑنے کے لئے نکلیں گے۔

جنگِ احد میں مسلمانوں کی عارضی شکست کے وقت مسلمانوں پر جو حالت گذری اس کا کیا بیان ہو، شریف زادیاں اپنی کمر پر مشکیزے بھر کر لاتیں، اور زخمیوں کے منہ میں پانی ڈالتی پھرتی تھیں، مسلمان شربتِ شہادت نوش فرماتے اور کٹ کٹ کر گرتے جاتے تھے۔ مدینہ منورہ میں جب جنگ

کی یہ وحشت ناک خبر پہنچی، تو عورتوں، بچوں اور بوڑھوں میں پریشانی کی ایک لہر دوڑ گئی، اور ترتیب و بے ترتیب انداز سے سب میدانِ احد کی طرف دوڑ پڑے، چونکہ اس وقت عورتوں کے پردے کا اور حجاب کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اسلئے عورتوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور اس طرح انہوں نے اسلام کی آنے والی خواتین کو یہ پیغام دیا کہ اس دین مقدس کے تقدس کے لئے جہاں مردوں کا خون گر سکتا ہے وہاں خواتینِ اسلام کا بھی خون گر سکتا ہے، جس طرح مرد اس دینِ متین کے سپاہی ہو سکتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی اس کی محافظ بن سکتی ہیں، ذرا جھانک کر دیکھیئے:

① **اُمّ عمارہؓ:** حضرت اُمّ عمارہ کا نام نُسَیْبَہ تھا، ان کا شوہر اور دو بیٹے جنگِ احد میں شریک تھے، پھر احد کے دن یہ بھی سویرے سویرے میدانِ احد کی طرف پانی کا مشکیزہ بھر کر چلی گئیں تا کہ زخمیوں کو پانی پلائیں، لیکن وہاں لڑائی کی نوبت آئی تو انہوں نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا اور ان کو بارہ تیرہ زخم آئے، حضرت اُمّ سعدؓ ان کا واقعہ خود بیان کرتی ہیں، دونوں کی گفتگو اس طرح ہوئی۔

اُمّ سعدؓ: میں نے ایک موقع پر اُمّ عمارہ سے کہا کہ اے امّ عمارہ اپنا قصہ تو سنا دیجئے۔

اُمّ عمارہؓ: میں احد کے دن صبح کے وقت نکلی تا کہ دیکھ سکوں کہ لوگوں کا کیا حال ہے، میرے مشکیزے میں پانی بھی تھا، میں نے دیکھا کہ میدان مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے، لیکن اچانک کفار نے حملہ کر دیا اور لوگ تتر بتر ہو گئے، تو میں حضور اکرم ﷺ کے دفاع کے لئے آگے بڑھی، اور لڑائی میں شریک ہوئی، اور حضور اکرم ﷺ کی ذات سے بذریعہ تیر و تلوار دفاع کرتی رہی۔

اُمّ سعدؓ: اے امّ عمارہ آپ کے کندھوں پر یہ گہرا زخم کس طرح آیا؟

اُمّ عمارہؓ: افراتفری کے وقت ابن قمیہ کافر چیختا چلا تا حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ مجھے بتادو کہ محمد (ﷺ) کہاں ہے اگر وہ آج بچ نکلا تو میری زندگی میں مزہ نہیں رہے گا، جب وہ سامنے آیا تو میں نے اس پر حملہ کیا، تلوار سے کئی وار اس ملعون پر کیے، لیکن وہ زرہ پوش تھا، اس پر کوئی اثر نہ ہوا، تو اس نے مجھ پر ایک کاری زخم لگایا، جس کا یہ اثر موجود ہے۔

امام المغازیؒ نے لکھا ہے عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے احد کے دن فرمایا کہ میں نے جب بھی احد کے دن دائیں بائیں دیکھا تو امّ عمارہؓ کو موجود پایا جو میرے دفاع میں لڑتی تھیں،

حضور اکرم ﷺ احد کے دن یہ بھی فرماتے تھے کہ احد کے دن نسیبہ کا کارنامہ فلاں فلاں سے بہتر ہے۔

اُحد میں شریک ایک خاتون کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ امّ عمارہؓ نے کپڑے سے کمر کس لی تھی، اور شدید جنگ میں مصروف تھیں، حتیٰ کہ ان کو تیرہ زخم لگے، میں نے اس منظر کو بھی دیکھا جب کہ ابن قمیۂ نے اس کے کندھے پر تلوار کا وار کیا، یہ اتنا گہرا زخم تھا کہ ایک سال تک اس کا علاج ہوتا رہا، نیز امّ عمارہ کی وفات کے بعد اس کے غسل میں بھی میں شریک تھی، جب میں نے وہ زخم گنائے تو وہ کل تیرہ زخم تھے۔

امّ عمارہ خود اپنا قصہ اس طرح سناتی ہیں کہ احد کے دن لوگ تتر بتر ہو گئے تو حضور اکرم ﷺ کے پاس بمشکل دس بارہ آدمی رہ گئے، میں اور میرا شوہر اور میرے دو بیٹے، ہم سب حضور اکرم ﷺ کے دفاع میں مشغول تھے، اس وقت میرے پاس ڈھال نہیں تھی، وہاں ایک آدمی بھاگ رہا تھا تو میں نے کہا اے شخص! یہ ڈھال ان کے لئے چھوڑتا جا جو لڑنے میں مشغول ہیں اس نے ڈھال پھینک دی تو میں نے لے لی، اور حضور اکرم ﷺ کی حفاظت کے لئے سامنے کر دی، کفار کے سوار لوگوں نے ہمارا نقصان زیادہ کیا، اگر وہ پیدل ہوتے تو ہم ان پر انشاء اللہ غالب آ جاتے، اسی دوران اچانک ایک آدمی گھوڑے پر سوار آیا، اور مجھ پر تلوار کا وار کیا میں نے اس کا وار ڈھال پر لیا، اور اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹنی شروع کر دیں، وہ آدمی نیچے گرا تو حضور اکرم ﷺ نے فوراً میرے بیٹے کو آواز دی کہ اے امّ عمارہؓ کے بیٹے اپنی ماں کی مدد کو پہنچو، چنانچہ میرے بیٹے نے آ کر میری مدد کی، اور میں نے اس شخص کے پرخچے اڑا دیے۔

ام عمارہ کے بیٹے کا بیان ہے کہ احد کے دن مجھے ایک لمبے تڑنگے آدمی نے زخمی کر دیا، اور زخم کا خون بند نہیں ہو رہا تھا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پٹی باندلو، تو اتنے میں میری والدہ آ گئی، جس کے پاس پٹیاں تھیں، اس نے میری پٹی باندھ لی، اور پھر مجھے فرمایا کہ اُٹھو اور کفار سے لڑو، حضور اکرم ﷺ اس منظر کو دیکھ رہے تھے کہ اتنے میں وہ آدمی پھر آیا جس نے پہلے مجھے زخمی کیا، تو حضور ﷺ نے فرمایا، اے امّ عمارہ تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا یہی شخص ہے۔ اُمّ عمارہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس شخص پر حملہ کر دیا اور اس کی پنڈلی کو میں نے کاٹ دیا، وہ شخص زمین پر بیٹھ گیا، میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ اتنے ہنسے کہ آپ ﷺ کے کناروں کے دانت نظر آنے لگے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے امّ عمارہ تو نے اپنا بدلہ لے لیا، پھر ہم دونوں اس کافر پر چڑھ دوڑے اور اسے قتل کر دیا، تو حضور اکرم ﷺ نے

فرمایا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ ظَفَّرَکَ وَأَقَرَّ عَیْنَکَ مِنْ عَدُوِّکَ وَأَرَاکَ ثَأْرَکَ بِعَیْنِکَ." سب تعریفیں اس اللہ کی ہے جس نے تجھے کامیابی عطا کی، اور تیرے دشمن سے تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا، اور تجھے تیرا قصاص و بدلہ آنکھوں کے سامنے دکھلا دیا۔ حضور ﷺ جب خوش ہوئے تو امّ عمارہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگیں کہ ہم جنت میں آپ کے ساتھ ہوں، حضور اکرم ﷺ نے اس طرح دعا مانگی: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُمْ رُفَقَائِیْ فِیْ الْجَنَّةِ" اے اللہ ان کو جنت میں میرا ساتھی بنا دے، امّ عمارہؓ نے عرض کیا اب دنیا میں کچھ بھی نہ ملے تو پرواہ نہیں۔

(۲) مدینہ منورہ میں اسی وحشت ناک خبر کے پہنچنے پر حضرت فاطمہؓ بھی دیگر خواتین کے ساتھ دوڑتی ہوئیں اُحد پہنچ گئیں اور حضور اکرم ﷺ سے چمٹ گئیں، اور آپ کے چہرۂ انور سے خون صاف کر رہی تھیں، حضور ﷺ فرما رہے تھے کہ اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا غضب نازل ہوگا جنہوں نے اپنے پیغمبر کو لہولہان کیا اس پر قرآن کی آیت اتری کہ آپ بددعا نہ کریں۔

حضرت علیؓ بھی اس موقع پر موجود تھے، حضور ﷺ کو شدید پیاس لگی ہوئی تھی، تو حضرت علیؓ ایک نالے سے پانی لائے اس میں کچھ بدبو تھی، حضور اکرم ﷺ نے اسے نہیں پیا، البتہ کلی کی تاکہ جو خون منہ کے اندر جاچکا ہے اسے صاف کرلیں، حضرت فاطمہؓ نے اپنے ابا جان کے چہرۂ انور سے خون دھولیا، اور چٹائی جلا کر زخم پر رکھدی۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کی تلوار کو خون آلود دیکھا اور فرمایا اگر تیری تلوار نے کارنامہ انجام دیا ہے، اور تم نے اچھی جنگ لڑی ہے، تو عاصم بن ثابتؓ نے بھی اچھی جنگ لڑی ہے، نیز حارث بن صِمّہ، سہیل بن حنیف اور ابودجانہ ﷺ نے بھی لڑائی میں تلواروں کے جوہر دکھائے ہیں۔

(۳) پانی پلانے والی انہیں خواتین میں حضرت عائشہؓ اور امّ سلیمؓ بھی تھیں، حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے احد کے دن دیکھا کہ عائشہؓ اور امّ سلیمؓ اپنے کندھوں پر مشکیزے لادھے ہوئے تھیں، اسی طرح حمنہ بنت جحشؓ زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں اور امّ ایمنؓ زخمیوں کو پانی پلایا کرتی تھیں۔ حضرت سمیرا بنت قیسؓ دوڑتی ہوئی میدانِ احد میں پہنچیں اُن کے دو بیٹے شہید ہوگئے تھے، کسی نے ان کو بیٹوں کا بتادیا تو وہ فرمانے لگیں کہ مجھے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں بتلادو کہ آپ کیسے ہیں لوگوں نے کہا الحمد للہ وہ عافیت کے ساتھ ہیں تو یہ فرمانے لگیں کہ مجھے حضور ﷺ

دکھاؤ، جب حضور اکرم ﷺ کو اس نے صحیح سالم دیکھا تو کہنے لگیں: "کُلُّ مصیبۃٍ بعدک یا رسول الله جلل" یعنی آپ جب ٹھیک ہیں تو ہر مصیبت ہیچ ہے۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت رافع کی بیٹی کلثومؓ کا ہے وہ بیتاب ہو کر گھر سے نکل کھڑی ہوئیں، اور دریافت کیا کہ کون کون شہید ہوا تو لوگوں نے کہا کہ تمہارے بھائی، باپ، شوہر سب شہید ہو گئے تو کہنے لگی کہ مجھے بتاؤ کہ ہمارا آقا محمد رسول ﷺ کیسے ہیں، لوگوں نے کہا الحمدللہ آپ ٹھیک ہیں تو اس نے بھی حضور ﷺ کے سامنے فرمایا: "کُلُّ مصیبۃٍ بعدک یا رسول الله جلل" یعنی ۔

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا

اے شہ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

الغرض اسی طرح ان بہادر ماؤں نے ایک تاریخ رقم کی اور اسلام کے لئے عظیم قربانیاں پیش کیا، میں نے اپنی زبان میں ان کی ترجمانی اس طرح کی۔

کہ دہ سرونہ شہ اونہ شوہ

خو کہ اسلامہ جنکئی بہ دے کتینہ

یعنی اگر مرد پیچھے رہ گئے تو اے پیارے اسلام ہم خواتین تجھے جیتنے کے لئے تیار ہیں۔

جنگِ اُحد اور قرآن کریم

فتح وشکست دونوں میدانِ کارزار کے دورُخ ہیں، مسلمانوں کو فتح کی صورت میں اس طرح جہادی تربیت ملتی ہے کہ وہ فاتح کی حیثیت سے حدود اللہ سے ذرہ برابر تجاوز نہ کرے، اور مخلوقِ خدا کو خالق سے ملانے کا بھر پور فائدہ اٹھائے، اسلامی اخلاق، اسلامی اقدار اور اسلام کی خوبیوں سے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف کھینچ کرلائے، اسی طرح میدانِ جہاد میں شکست کی صورت میں مسلمانوں کو بڑی تربیت ملتی ہے اور عبرتوں کا سامان مہیا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے نظم وضبط پر نظرِ ثانی کریں اور کسی بھی ناموافق حالت سے دل برداشتہ نہ ہوں، اور اپنے مشن میں بجائے سستی کے، اور تیز ہو جائیں اور دنیا والوں کی نظروں میں اللہ تعالیٰ کا پردۂ غیب اور اس کا نظام بھی برقرار رہے کہ اللہ تعالیٰ خالق و مالک ہے وہ مخلوق کے لئے صرف رب المسلمین نہیں بلکہ رب العلمین ہے۔

جنگِ اُحد کی اس عارضی شکست کے بہت سارے اسباب اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں اور نہایت بسط وتفصیل سے اس کی وجوہات کو بیان فرمایا ہے، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی فتح اور اپنے وعدے اور پھر عارضی شکست کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے: "وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ" الخ (آلِ عمران، آیت نمبر:۱۵۲)

ترجمہ: اور اللہ تو سچ کر چکا اپنا وعدہ جب قتل کرنے لگے، ان کو اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کی، اور کام میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ تم کو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز (کفر کی شکست اسلام کی فتح) کوئی تم میں چاہتا تھا دنیا، اور کوئی تم میں چاہتا تھا آخرت، پھر تم کو الٹ دیا ان پر سے تا کہ تم کو آزمادے اور وہ تم کو معاف کر چکا اور اللہ کا فضل ہے ایمان والوں پر۔ (انتہیٰ)

تفسیرِ عثمانی: نبی کریم ﷺ نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ اگر صبر واستقلال سے کام لوگے تو حق تعالیٰ تم کو غالب کرے گا چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنا وعدہ ابتدائے جنگ میں سچا کر دکھایا، سات یا نو آدمی جن کے ہاتھ میں مشرکین کا جھنڈا یکے بعد دیگرے دیا گیا تھا، سب وہیں کھیت ہوئے آخر بدحواس ہو کر بھاگے۔ مسلمان فتح و کامرانی کا چہرہ صاف دیکھ رہے تھے، اور اموالِ غنیمت اُن کے سامنے پڑے تھے کہ تیراندازوں کی غلطی سے خالد بن ولید نے فائدہ اٹھایا اور یک بیک لڑائی کا نقشہ بدل دیا۔ (تفسیر عثمانی، ص:۸۹)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مزید لکھتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام نے جو حکم تیراندازوں کو دیا تھا اس کا خلاف کیا اور آپس میں جھگڑنے لگے کوئی کہتا تھا کہ ہم کو یہیں جمے رہنا چاہیئے اکثر نے کہا کہ اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں، چل کر مالِ غنیمت حاصل کرنی چاہیئے، آخر اکثر تیرانداز اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے، مشرکین نے اسی راستہ سے دفعتاً حملہ کردیا، دوسری طرف حضور اکرم ﷺ کے قتل کی خبر مشہور ہوگئی۔ ان چار چیزوں نے قلوب میں کمزوری پیدا کردی جس کا نتیجہ فشل و جبن کی صورت میں ظاہر ہوا گویا فشل کا سبب تنازع اور تنازع کا سبب عصیان تھا۔ (تفسیر عثمانی، ص:۸۹)

علامہ مزید فرماتے ہیں کہ یعنی بعض لوگ دنیوی متاع (مالِ غنیمت) کی خوشی میں پھسل پڑے جس کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑا، ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول سے پہلے میں نے کبھی محسوس نہ کیا تھا کہ ہم میں کوئی آدمی دنیا کا طالب بھی ہے، علامہؒ مزید فرماتے ہیں یعنی یا تو وہ تمہارے

سامنے سے بھاگ رہے تھے یا اب تم ان کے آگے سے بھاگنے لگے، تمہاری غلطی اور کوتاہی سے معاملہ الٹ گیا اور اس میں بھی تمہاری آزمائش تھی تاکہ پکے اور کچے صاف ظاہر ہو جائیں۔

علامہ مزید فرماتے ہیں یعنی جو غلطی ہوئی خدا تعالیٰ اسے بالکل معاف کر چکا اب کسی کو جائز نہیں کہ ان پر اس حرکت کی وجہ سے طعن و تشنیع کرے۔ (تفسیر عثمانی ص۹۰)

علامہ عثمانیؒ آیت ۱۵۵ کی تفسیر میں مزید لکھتے ہیں، مخلصین سے بھی بعض اوقات کوئی چھوٹا بڑا گناہ سرزد ہو جاتا ہے اور جس طرح ایک طاعت سے دوسری طاعت کی توفیق ہو جاتی ہے (اسی طرح) ایک گناہ کی نحوست سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ دوسری غلطیوں اور لغزشوں کی طرف آمادہ کرے، جنگ احد میں بھی جو مخلص مسلمان ہٹ گئے تھے کسی پچھلے گناہ کی شامت سے شیطان نے بہکا کر قدم ڈگمگا دیا، چنانچہ ایک گناہ تو یہی تھا کہ تیر اندازوں کی بڑی تعداد نے نبی کریم ﷺ کے حکم کی پابندی نہ کی مگر خدا کا فضل دیکھو کہ اس کی سزا میں کوئی تباہ کن شکست نہیں دی، ان حضرات پر اب کوئی گناہ بھی نہیں رہا۔ حق تعالیٰ کلیۃً ان کی تقصیر معاف فرما چکے ہیں، کسی کو طعن و ملامت کا حق نہیں۔ (تفسیر عثمانی ص:۹۱)

"وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ"O (آل عمران آیت:۱۳۹)

ترجمہ: اور ست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

تفسیر: یہ آیات جنگ احد کے بارے میں نازل ہوئیں، جب مسلمان مجاہدین زخموں سے چور چور ہو رہے تھے ان کے بڑے بڑے بہادروں کی لاش آنکھوں کے سامنے مثلہ کی ہوئی پڑی تھیں، پیغمبر علیہ السلام کو بھی اشقیاء نے مجروح کر دیا تھا اور بظاہر کامل ہزیمت کے سامان نظر آ رہے تھے، اس ہجوم شدائد و یاس میں خداوند قدوس کی آواز سنائی دی: "وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ." دیکھنا! سختیوں سے گھبرا کر دشمنانِ خدا کے مقابلے میں سستی و یاس نہ آنے پائے، پیش آمدہ مصائب پر غمگین ہو کر بیٹھ رہنا مومن کا شیوہ نہیں، یاد رکھو آج بھی تم ہی معزز و سربلند ہو کہ حق کی جماعت میں تکلیفیں اٹھا رہے ہو اور جانیں دے رہے ہو اور یقیناً آخری فتح بھی تمہاری ہے، انجامِ کار کے لحاظ سے تم ہی غالب رہو گے، بشرطیکہ ایمان و ایقان کے راستے پر مستقیم رہو اور حق تعالیٰ کے

وعدوں پر کامل وثوق رکھتے ہوئے اطاعتِ رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔
اس خدائی آواز نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور پژمردہ جسموں میں حیاتِ تازہ پھونک دی، نتیجہ یہ ہوا کہ کفار جو بظاہر غالب آچکے تھے، زخم خوردہ مجاہدین کے جوابی حملے کی تاب نہ لاسکے اور سر پر پاؤں رکھ کر میدان سے بھاگ نکلے۔ (تفسیر عثمانی، ص: ۸۷)

"أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ. "
(ال عمران، آیت: ۱۶۵)

ترجمہ: کیا جس وقت پہنچی تم کو ایک تکلیف کہ تم پہنچا چکے ہو اس سے دو چند تو کہتے ہو کہ یہ کہاں سے آئی؟ تو کہہ دے کہ یہ تکلیف تم کو تمہارے رب ہی کی طرف سے پہنچی ہے۔

تفسیر: اگر غور کرو تو تم خود ہی اس مصیبت کا سبب بنے ہو۔

① تم نے جوش میں آکر پیغمبر ﷺ اور بہت سے تجربہ کاروں کی رائے قبول نہ کی، اپنی پسند اور اختیار سے مدینے کے باہر محاذِ جنگ قائم کیا۔ پھر باوجود نہی شدید کے تیراندازوں نے اہم مورچہ چھوڑ کر خالی کردیا۔

② ایک سال پہلے جب اساریٰ بدر کے متعلق تم کو اختیار دیا گیا تھا کہ یا انہیں قتل کردو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو، اس شرط پر کہ آئندہ اتنے ہی آدمی تم سے لئے (شہید کیے) جائیں گے تو تم نے فدیہ کی صورت اختیار کی اور شرط کو قبول کرلیا اب وہی شرط پوری کرائی گئی، تو تعجب وانکار کا کیا موقع ہے؟ یہ چیز تو خود اپنی طرف سے تم قبول کر چکے تھے۔ (تفسیر عثمانی، ص: ۹۳)

"وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا." (آلِ عمران، آیت ۱۶۶)

ترجمہ: اور جو کچھ تم کو پیش آیا اس دن کہ ملیں دو فوجیں ① سو اللہ کے حکم سے ② اور اس واسطے سے کہ معلوم کرے ایمان والوں کو اور تاکہ معلوم کرے ان کو جو منافق تھے۔

تفسیر: جس کو جب چاہے غالب اور جب چاہے مغلوب کردے، مغلوب کرنا اس لئے نہیں کہ وہ اس وقت غالب کرنے پر قادر نہ تھا بلکہ اس لئے ہے کہ تمہارے کسب واختیار سے صورتِ حال ایسی

پیدا ہوگئی کہ کلی غلبہ عطا کرنے میں مصلحت نہ تھی، بہر حال جو کچھ ہوا اس کے حکم اور مشیت سے ہوا جس کا سبب تم تھے اور حکمت یہ تھی کہ ایک طرف ہر مؤمن مخلص کے ایمان و اخلاص کا اور دوسری جانب ہر منافق کے نفاق کا درجہ ظاہر ہو جائے، کھرے کھوٹے اور کچے پکے میں کسی کو کوئی التباس نہ رہے۔

(تفسیر عثانی، ص:۹۳)

"اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَ تِلْكَ الْاَيَّا
مُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ
شُهَدَآءَ......الخ" (آل عمران، آیت ۱۴۰)

ترجمہ: اگر پہنچا تم کو زخم تو ان کو بھی زخم پہنچ چکا اور یہ دن ہم باری باری بدلتے رہتے ہیں لوگوں میں اور یہ اس لئے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے اور کرے تم میں سے شہید......الخ

تفسیر: مسلمانوں کو جنگ میں جو شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا، اس سے سخت شکستہ دل تھے، مزید برآں منافقین اور دشمنوں کے طعنے سن کر اور زیادہ اذیت پہنچی تھی، کیونکہ منافقین کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) سچے پیغمبر ہوتے تو یہ نقصانات کیوں پہنچتے یا تھوڑی دیر کے لئے بھی عارضی شکست کیوں پیش آتی؟

حق تعالیٰ نے ان آیات میں مسلمانوں کو تسلی دی کہ اگر لڑائی میں تم کو زخم پہنچا یا تکلیف اٹھانی پڑی تو اس طرح کے حوادث فریق مقابل کو بھی پیش آچکے ہیں، اُحد میں تمہارے ستر آدمی شہید ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے، تو ایک سال پہلے بدر میں ان کے ستر جہنم رسید ہوئے اور بہت سے زخمی ہو چکے ہیں، پھر بدر میں ان کے ستر آدمی ذلت کے ساتھ قید ہوئے، تمہارے ایک فرد نے بھی یہ ذلت قبول نہ کی، بہر حال اپنے نقصان کا ان کے نقصان سے مقابلہ کرو تو غم و افسوس کا کوئی موقع نہیں، نہ ان کے لئے کبر و غرور سے سر اٹھانے کی کوئی جگہ ہے، باقی ہماری عادت ہمیشہ رہی ہے کہ سختی، نرمی، دکھ سکھ، تکلیف و راحت کے دنوں کو لوگوں میں ادل بدل کرتے رہتے ہیں جس میں بہت سی حکمتیں مضمر ہیں۔ پھر جب وہ دکھ اٹھا کر باطل کی حمایت میں ہمت نہیں ہارے تو تم حق کی حمایت میں کیوں ہمت ہار سکتے ہو۔ ① فتح و شکست بدلتی چیز ہے۔ ② اور مسلمانوں کو شہادت کا مقام بلند عطا فرمانا تھا۔ ③ مؤمن و منافق کا پرکھنا۔ ④ مسلمانوں کو سدھانا۔ ⑤ یا ذنوب سے پاک کرنا۔ ⑥

اور کافروں کو آہستہ آہستہ مٹا دینا منظور تھا، کہ جب وہ اپنے عارضی غلبہ اور وقتی کامیابی پر مسرور اور مغرور ہو کر کفر وطغیان میں بیش از بیش غلو کریں گے تو خدا کے قہر وغضب کے اور زیادہ مستحق ہوں گے، اسی واسطے یہ عارضی ہزیمت مسلمانوں کو ہوئی نہیں تو اللہ تعالیٰ کافروں سے راضی نہیں ہے۔ (تفسیر عثمانی ص: ۸۷)

محترم قارئین: جنگِ اُحد کے متعلق چند آیتوں کا یہ مختصر نقشہ میں نے آپ کے سامنے رکھ دیا اور مختصر تفسیر عثمانی کی تشریح بھی ہدیۂ ناظرین کی۔ قرآنِ کریم اور مفسرین نے جنگِ اُحد کی عارضی شکست کے اسباب کی طرف جو اشارہ کیا ہے وہ مختصراً یہ ہیں: ① مدینہ منورہ سے باہر نکل کر لڑنے پر زور دینا اور حضور اکرم ﷺ کو اس پر مجبور کرنا ② بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینا اور اپنے شہداء کی شہادت پر آمادگی ظاہر کرنا ③ مسلمانوں اور منافق اور کھرے کھوٹے کو واضح طور پر الگ کرنا ④ مسلمانوں کو شکست کی صورتِ حال سے روشناس کرانا، اور آزمائش کرنا ⑤ مسلمانوں کو شہید بنانا ⑥ کافروں کو مزید ڈھیل دینا تاکہ پیمانۂ کفر لبریز ہو کر کامل مؤاخذہ کیا جائے ⑦ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اس کی طرف سے کبھی فتح کبھی شکست ⑧ مسلمانوں کو ان مصائب کی وجہ سے پاک کرنا اور ان کے درجات بلند کرنا۔

میرے بھائیو، دوستو اور بزرگو! ان تمام اسباب کو نظر انداز کرنا اور صرف صحابہ کرامؓ کی معصیت کا بار بار تذکرہ کرنا مناسب نہیں ہے، اکثر سنا گیا کہ بڑے بڑے اجتماعات میں اگر بالفرض جہاد کا تذکرہ کرنا پڑ جائے تو اُحد کے اس واقعے کو پیش کر کے جہاد کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ دیکھو گناہ کرنے سے شکست ہوگئی لہٰذا اگر آج بھی کوئی گناہگار جہاد میں گناہ معاف کرنے کے لئے جائے گا تو ضرور شکست کھائے گا اسی طرح نہایت ہی خفیہ طریقے سے مسلمانوں کے ذہنوں سے جذبۂ جہاد کو کھرچا جا رہا ہے، حالانکہ صحابہ کرامؓ کی اس لغزش کو اللہ تعالیٰ نے بار بار معاف کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے معافی دی اور ان کو مشورہ میں شریک رکھا لیکن یہ حضرات جہاد کو کمزور کرنے کے لئے بار بار اس کا تذکرہ کر رہے ہیں اور قرآن وحدیث میں جہاد کے جو فضائل ہیں اس کی طرف کبھی اشارہ نہیں کرتے اور نہ ہی غلطی سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ یہ حضرات اُحد کی عارضی شکست کے لئے یہ سبب کیوں بیان نہیں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو شہید بنانا چاہتا تھا کھرے اور کھوٹے کا فرق کرنا چاہتا تھا، اور

مسلمان اور منافق کو الگ کرنا چاہتا تھا۔اللہ حفاظت فرمائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کا مکالمہ

جنگ کا ساتواں مرحلہ

مسلمانوں کی یہ عارضی شکست بہت تھوڑی دیر کے لئے تھی کیونکہ لشکر اسلام کے بہادروں کو ایک اور موقع پر حضور اکرم ﷺ نے آواز دی اور میدان میں جمع ہونے کا حکم دیا تو مسلمان رک گئے اور پلٹ کر پھر جنگ میں مشغول ہو گئے،اللہ تعالیٰ فرار کی یہ لغزش ان کی معاف کردی ،تقریباً ساٹھ آیتیں قرآن کریم کی اتریں جو سورۂ آل عمران میں مذکور ہیں،اس جنگ میں بائیس مشرک مارے گئے اور ستر مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا اور بہت سارے زخمی ہوئے۔

ہر چند کہ لشکرِ اسلام کو فتح کے بعد شکست لاحق ہوگئی اور اس حالت نے دشمنوں کو بڑھنے کا موقع دیا، مگر تھوڑی دیر بعد جب مسلمان جمع ہوئے تو اہلِ مکہ کی ہمتیں پست ہوگئیں اور اتنی ہی فتح کو غنیمت سمجھ کر انہوں نے واپسی کا سامان شروع کردیا،البتہ عورتوں نے شہداء کی لاشوں کے ساتھ وحشیانہ حرکتیں کیں اور ان کے پیٹ چاک کر کے کلیجے نکال کر دانتوں میں چبائے،ناک،کان کاٹ کر مثلہ کیا کہ پہچانے نہ جائیں اور ان کے ہار بنا کر گلوں میں پہنے اور بعض اعضاء کو بازو بند اور پازیب بنا کر استعمال کیا، بہر حال آخر میں کفار بھاگ کھڑے ہوئے اور رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جبلِ اُحد میں ایک مقام پر قیام فرمایا۔

حضرت علیؓ نے پانی فراہم کیا اور حضرت فاطمہؓ نے اپنے ابا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زخموں سے خون دھویا اور پٹی کی تا کہ خون بند ہو جائے،خون بند ہو گیا لیکن ایک ماہ تک زخم باقی تھے،ضعف کی وجہ سے آپ ﷺ نے ظہر کی نماز بیٹھ کر پڑھائی۔

قریش نے جب واپسی کا ارادہ کیا تو ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر مسلمانوں کو مخاطب کر کے کچھ گفتگو کی جو سوال و جواب کے انداز میں اس طرح ہے:

ابوسفیان: أفي القوم محمد ؟ کیاتم لوگوں میں محمد (ﷺ) زندہ ہیں؟ (اس نے تین بار کہا)

حضور اکرم ﷺ: اس شخص کو کوئی جواب مت دو خاموش رہو۔

ابوسفیان: أفي القوم ابن أبي قحافه؟ کیاتم لوگوں میں ابن ابی قحافہ یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زندہ ہیں؟

حضور اکرم ﷺ: تین بار سوال کے باوجود آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے۔

ابوسفیان: أفي القوم ابن الخطاب؟ کیاتم لوگوں میں عمر بن الخطاب زندہ ہیں؟ (تین بار کہا)

مگر جب کوئی جواب سامنے نہ آیا تو ابوسفیان نے کہا۔

ابوسفیان: ''أمّا هؤلاء فقد قتلوا'' یعنی یہ لوگ تو یقیناً سب قتل ہو گئے۔

عمر بن الخطاب: ''كذبت يا عدو الله أبقى الله مايحزنك'' اللہ کے دشمن خدا کی قسم تم نے بالکل غلط کہا تیرے رنج وغم اور سرکوبی کے لئے اللہ نے سب کو باقی رکھا۔

ابوسفیان: ''أعل هُبُل أعل هُبُل'' یعنی اے ہبل تو بلند ہو، اے ہبل تیرا دین بلند ہو (ہبل زندہ باد)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ: ''ألله أعلى و أجلّ'' اللہ ہی سب سے زیادہ اعلیٰ، ارفع اور برتر ہے۔

ابوسفیان: أين إبن أبي كبشه، أين ابن أبي قحافة و أين إبن الخطاب؟ ابوکبشہ کا بیٹا یعنی محمد (ﷺ)، ابوقحافہ کا بیٹا، خطاب کا بیٹا ہے کہاں ہے؟

عمر فاروق رضی اللہ عنہ: هذا رسول الله وهذا أبو بكر وهذا عمر . یہ اللہ کے رسول اور یہ ابوبکر اور یہ عمر ہیں۔

ابوسفیان: لنا العزىٰ ولا عزىٰ لكم. ہمارا ہبل کے علاوہ عزیٰ بھی ہے اور تمہارا عزیٰ نہیں (یعنی عزت دینے والا بت)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ: ألله مولانا ولا مولا لكم. اللہ ہمارا ولی اور معین ومددگار مولیٰ ہے تمہارا ولی نہیں۔

ابوسفیان: ألا إن الأيام دول وإن الحرب سجال يوم بيوم بدرٍ و حنظلةٌ بحنظلةَ. یعنی یادرکھو حالات ادلتے بدلتے ہیں اور لڑائی ڈولوں کی مانند ہے کبھی اوپر کبھی نیچے، یہ دن بدر کے دن کا بدلہ

ہے اور میرے بیٹے حنظلہ کے بدلہ تمہارا حنظلہ ہے۔

عمر فاروق ؓ: لا سواء قتلانا فی الجنة و قتلاکم فی النار ، ہم اور تم برابر نہیں. ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے مقتولین جہنم میں ہیں۔

ابوسفیان: أنشد الله یا عمر هل قتلنا محمداً ، اے عمر میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں سچ بتاؤ کہ ہم نے محمد (ﷺ) کو قتل کیا؟

عمر فاروق ؓ: أللهم لا و إنهٔ لیسمع کلامک الأن، قسم بخدا ایسا نہیں بلکہ وہ تیرے کلام کو اس وقت سُن رہے ہیں۔

ابوسفیان: موعدکم بدر للعام القابل، سال آئندہ مقام بدر پر پھر جنگ کا وعدہ ہے۔

عمر فاروق ؓ: نعم هو بیننا و بینک موعد إن شاء الله، ہاں ہمارا اور تمہارا یہی وعدہ ہے۔ انشاءاللہ۔

اس گفتگو کے بعد ابوسفیان نے کہا، ابنِ قمیہ کہتا ہے کہ میں نے محمد ﷺ کو قتل کیا ہے لیکن اے عمر تیری بات سچی ہے اور تم اس سے زیادہ نیک اور سچے ہو۔

پھر ابوسفیان نے کہا کہ تم لوگ اپنے مُردوں میں شکل بگاڑنے کا عمل مثلہ پاؤ گے۔ میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا تاہم میں اس پر ناخوش بھی نہیں ہوں یہ کہہ کر ابوسفیان مکہ کی طرف روانہ ہوا۔

حضور اکرم ﷺ کو فکر لاحق ہوئی کہ کہیں یہ لوگ مدینہ پر حملہ نہ کردیں، تو آپ ﷺ نے سعد بن ابی وقاص ؓ کو احوال معلوم کرنے کے لئے بھیجا حضرت سعد نے جا کر دیکھا کہ لشکر کفار اونٹوں پر سوار ہو کر گھوڑوں کو کھینچ کر لے جارہے ہیں سعدؓ نے واپس آ کر حضور اکرم ﷺ کو سب صورتِ حال بتادی، حضور ﷺ اور لشکرِ اسلام کو اطمینان ہوا کہ اب یہ لوگ مرعوب ہو کر چلے گئے۔

زخمی شیر پھر میدان میں

جنگ کا آٹھواں مرحلہ

قریش جب جنگِ احد سے واپس ہو کر مقامِ روحاء میں جا کر ٹھہرے تو ان کو یہ خیال آیا کہ ہم نے اپنا کام ناتمام چھوڑا، کیونکہ مسلمان بہت سارے مقتول اور قریباً سب زخمی ہیں، اب ہمیں واپس چل کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہیئے، صفوان بن امیہ نے کہا کہ اے ابوسفیان ایسا مت کرو محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی اب زخم خوردہ ہیں وہ اس غضب کا حملہ کر دیں گے کہ ٹھہرنا مشکل ہوگا جو کچھ نام پیدا کیا ہے بس یہی کافی ہے اس گفتگو کو حضور اکرم ﷺ کے ایک جاسوس نے سن کر حضور اکرم ﷺ تک اطلاع پہنچادی تو حضور اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ فوراً کفار کے تعاقب میں نکلو لیکن جو شخص اُحد میں شریک نہ ہوا ہو وہ ہمارے ساتھ ہرگز نہ جائے صرف احد میں لڑنے والے مجاہدین ساتھ ہوں صرف حضرت جابرؓ کی درخواست حضور اکرم ﷺ نے قبول کی اور یہ لشکر زخموں سے چور چور کفار کے تعاقب میں مدینہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد مقام پر جا کر اترا وہاں ''ابوعزہ'' شاعر مسلمانوں کو مل گیا اور قید کر لیا اس شخص کا تذکرہ بدر کی جنگ میں بھی آیا ہے اس کو حضور اکرم ﷺ نے اس شرط پر بلاعوض وفدیہ معافی دی تھی کہ آئندہ ہمارے خلاف نہ زبان سے اشعار کہو گے اور نہ لڑنے کے لئے آؤ گے، آج اس شخص نے پھر درخواست کی کہ مجھے معاف کیا جائے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مؤمن ایک سوراخ سے دومرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا، اب تم مکہ لوٹ کر نہیں جاسکتے ہو کہ وہاں جا کر اپنے رخساروں پر ہاتھ پھیر کر کہو گے کہ میں نے محمد (ﷺ) کو دومرتبہ دھوکہ دیا اور دومرتبہ ان کا مذاق اڑایا، اے عاصم کھڑے ہو جاؤ اور اس کو قتل کر دو، چنانچہ عاصمؓ نے اسے جہنم رسید کیا۔

حمراء الاسد میں حضور اکرم ﷺ کے پاس معبد خزاعی نے آکر شہداءِ احد کی تعزیت کی اور پھر اسلام کو خفیہ رکھ کر ابوسفیان کے پاس پہنچا، ابوسفیان نے اپنے دوبارہ حملے کا تذکرہ کیا تو معبد نے کہا کہ وہ لوگ تو لشکرِ جرار لے کر تمہاری طرف چل پڑے ہیں اس سے لشکرِ کفار گھبرا کر مکہ کی طرف بھاگ نکلا۔ راستے میں ابوسفیان نے ایک مشرک کو کچھ رقم دے کر اس پر مامور کیا کہ جا کر لشکرِ اسلام کو ڈراؤ کہ ابو سفیان پھر آرہا ہے، مسلمانوں نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے: ''حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل''

ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے، اور وہ بہتر کارساز ہے، یہ کہہ کر محمدی کچھار کے غضبناک اور زخمی شیر پھر میدانِ کارزار میں اتر آئے اور کفار کے تعاقب میں دور تک چلے گئے، لیکن دشمن اب بھاگ چکا تھا۔

اسی بارے میں قرآن کی آیتیں صحابہ کرام ﷺ کے جذبۂ جہاد کی حوصلہ افزائی اور دادِ آفرین دینے کے لئے اتریں:

"اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ." یعنی جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات اس کے بعد مانا کہ ان کو زخم پہنچ چکا تھا تو ایسے نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے اجرِ عظیم ہے۔

رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی بن سلول کی رسوائی

منافقین کے اس سرغنے نے عینِ میدانِ جنگ سے اپنے تین سو ساتھیوں کو واپس کیا اور سیدھا مدینہ منورہ پہنچا جب حضورِ اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب واپس مدینہ تشریف لائے تو حضرت عمرِ فاروق ﷺ نے حضورِ اکرم ﷺ سے اجازت مانگی کہ یہ منافقین کھل کر ہمارے ساتھ دھوکہ کر چکے ہیں، یا رسول اللہ! ان سب کو قتل کرنا چاہئے، حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ ظاہری طور پر کلمہ پڑھتے ہیں مجھے کسی کلمہ گو کے قتل سے روکا گیا ہے۔

عبداللہ بن اُبی بن سلول کی یہ عادت تھی کہ حضورِ اکرم ﷺ جب منبر پر بیٹھ جاتے تو وہ وفاداری کے کچھ الفاظ زبان سے اداء کرتے تھے، جب اُحد سے واپس ہو کر جمعے کے خطبے کے لئے آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو ابن سلول نے منبر کے سامنے کھڑے ہو کر اس طرح کہا "هذا رسول الله بين أظهركم قد اكرمكم الله فانصروه وأطيعوه." یعنی تمہارے درمیان رسول اللہ ﷺ موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعے سے تمہیں عزت و اکرام سے نوازا ہے پس ان کی اطاعت کرو اور ان کی بھرپور مدد کرو۔

احد کے میدان میں غداری کے بعد جب ابنِ سلول نے یہ کہا تو ابو ایوب انصاریؓ کھڑے ہو گئے اور اس کی ڈاڑھی پکڑ کر جھٹکا دینے لگے، اور حضرت عبادہ بن صامتؓ نے کھڑے ہو کر گردن میں مکے مارے اور دھکے دے کر باہر نکالا، اور دونوں نے فرمایا کہ تم اس جگہ کھڑے ہونے کے اہل نہیں

ہو وہ باہر نکل آیا اور کہہ رہا تھا کہ "گویا میں نے کوئی بکواس کی ہے"۔ ایک صحابی نے اسے کہا کہ لوٹ آؤ اور حضور اکرم ﷺ سے استغفار کی درخواست کرو مگر منافق نے انکار کیا۔

بہر حال حق و باطل کا یہ معرکہ پایۂ تکمیل کو پہنچا، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام ﷺ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور اس امت کو ایک مؤمن مجاہد خلیفہ عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی

استاد جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی ۵

۱۹۹۴/۱۲/۱۴ء